

از جناب منشی عبدالشکور صاحب خیر انصاری

آج ایک جاں نثور مجھ کو عنایت کیونکر ہے۔ رتوں بونہی دل سے کدورت کیونکر ہے۔
 حکمران سے زمان تک نہ پہلے کوئی ہے۔ یہ تباہ و برباد کوئی الفت کیونکر ہے۔
 کوئی تدبیر تباہ سے قوی ہی شکستہ سمجھتا ہے۔ یہاں نیست کو موت کیونکر ہے۔
 انگوٹوں انگوٹوں میں، انیساروں کو کوئی بی ایسی جوی لی ہے۔ کوئی حفاظت کیونکر ہے۔
 اب خیر غیروں سے بد نہ سوچا ہے۔ بھروسہ چھوڑ کر آئندہ عبادت کیونکر ہے۔

از جناب منشی سید محمد علی صاحب خیر انصاری

نقد کو تو نالے قلب سے اگر نکالتے ہیں۔ پھر یہ وہ نہ ہو بلکہ ہرگز نہ نکلتے ہیں۔
 جلد بولادے کو قلب و جگر کو آتش غم نے۔ ابھی تک اشک آنکھوں سے ہو کر اڑتا ہے۔
 غیبت ہے ترسے تیر لگا دی بی رحمی ظالم۔ یہ یہ جب سینہ میں آجاتے ہیں دم لیرا ہلتے۔
 ہماری بیکسی صیاد کو برسوں رو لایلی۔ قفس سے آج غم نے بال و پیر کو لے لیتے۔
 وہ دھنا نیکو خود آئے ہیں نملوئے رہے سمت۔ ہمارے دل کے اماں خاک میں مل کر ایتھ۔
 خدا سجدے جو یہ بیاراب روئے کھڑکیے۔ نہ کہ نالے شاہی سے آج رک رک کر نکلتے ہو۔
 وہی آنسو ہیں تصویر و نا محروں کے واس پر کسی ہی یاد میں جو تجھ سے ترکتے ہیں۔



Prem Chandra

شاعرِ دلشیرِ مریدِ معتمد ہے۔ پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو۔

از جناب سید سجاد علی صاحب انور امروہوی

ہی کہ دل میں رکھتے ہیں الفت کی آرزو ہے پوری ہو کاش دردِ محبت کی آرزو ہے نہ
ہے میرا لپٹا تو ہے جاؤ شوق سے نہ تم سے مجھے نہیں کسی قیمت کی آرزو ہے نہ
ہیں ہی کیا جہان سے وفا کی رکھو امید نہ دل میں ہزاروں لپٹے رحمت کی آرزو ہے نہ
ہے نہ ماننے اسکا تجھے اختیار ہے نہ سنا تو جان لیں محبت کی آرزو ہے نہ
جناب نشی متوما سید صاحب رند

مت سے دردِ بازوئے قاتل میں ہو گیا ہے پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو
از ابوالشعر انشی احمد و فی خاں صاحب راز رامپوری

ماں ہے موت کا تو مصیبت کی آرزو ہے حسرتِ دہری بدلتی ہے الفت کی آرزو ہے
مجھے دبائے دب نہ سکی شورشِ جنوں نہ عاشق کو ورنہ کب ہوئی شہادت کی آرزو ہے
وڑتی ہیں آج میرے لریاں کی و ججیاں نہ لکھی ہے و لقمہ دھام سے وحشت کی آرزو ہے
ناتعماری بزم میں اس دل کا فعل تھا یہ ورنہ کوئی بھی کرتا ہے ولایت کی آرزو ہے
وہ نازی کے خیمے تک بھی نہ لے سکے نہ پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو ہے
وہ کون کو آزار کی باعث سے ہو گئی نہ خورشید کی کثیر شامت کی آرزو ہے

مزا دے پتے میں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

پتے تو تھی غمزدہ۔ مہربانوں کو تیرے۔ تیری طرف سے مہربانوں۔

ہر گز نہ میرے دل میں تھلا۔ مزا دے پتے میں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

میرے دل سے آواز۔ جتنا تھکا ہوا۔ دیکھا نہیں ہے۔

دوڑتا ہے تیرے میں دوست۔ مزا دے پتے میں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

تیری ہوس میں یا شمشیر۔ تیری جہتوں میں تیرے۔ تیری زبان سے۔

یا میں زہر پیرے۔ دو پیائے۔ مزا دے پتے میں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

کوئی دم کا ہوں نہان۔ سو ایک نظر ادھر بھی جان۔ تیری آنکھوں کے قربان

اوندھے پھر کے جانہواں۔ مزا دے پتے میں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

نماوانی دوستی خراب ہے

ایک فہم کا کرے کہ ایک بیوقوف اپنے دوست کے غلط فہمات کے واسطے سے

الغافل جب وہ لہر پہنچے تو اون مادہ سے سو رہا تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ آج

میں سے کچھ شے کرنی چاہیے۔ فوراً چھڑا ہال کر دست ماسر تن میں پناہ۔ سر کو

کونے میں چپ کرے۔ کہ بیٹا اٹھئے تو۔ کیونکہ کہ سر ہاں کیا۔ مگر وہ بیچارہ

اٹھ سکتا ہے۔ مگر پولیس آئی اور صاف کو پکڑ کر لے گئی۔ آفر ماہی

غزل حیا

کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو
 جاں بسین رہنے فاسد ایک زمانہ آج وہ ہے کل روز نہیں اس کا ٹھکانہ
 ہو جائیگا چند روز میں یہ حسن رواں جسپر کہ مری جان تو اتراٹے ہوئے ہو
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

اللہ کرے آپ بھی عاشق ہوں کسی میں اور اوکھے سو نہیں چین نہ آوے دم بدم
 لب یہ سلوم ہو عشق اسے کہتے میں دہر جب میری طرح ترسم کھائے ہوئے ہو
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

ہوں شیر بھی ادھر سے کیا دل میں سے لٹانی نہ کھینچے کہ جسے ہوئے جوش جوانی
 غیرت کچھ آگ لگائی میرے بانی تیوروں سے نمایاں نہ کہ بل کھائے ہوئے ہو
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

ہیں شمع نے دیکھا جو مجھے مضطرب حیراں فرمایا حال آپ ہیں کیوں آج پریشان
 آج ہی شب ہوئے ہم آپ کے مہاں ارمان تو باقی نہ رہیں کہ ترسے ہوئے ہو
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

.....

پھر ملے ان کم نہ منجھ لہذا زار بند بنے سے روشن پری کاسب سے اموالہ زار بند
 پہنچے ہوئے پری کے زانوؤں کے وسیلہ سے کس کس پہنچے سے اموالہ زار بند
 کو نہ تندی بادلوں غیش کے سوا نہ پہنچے چار کو لہ شوقی جو تو لہ زار بند
 بند نہیں اس ناگہ میرا کیا تہ وہ نہ کوئی میری بغیر لہ زار بند
 پہنچی ہیں تو پہنچے کے ناپاک کو لہ زار بند سر لہ زار بند
 اک دن کیا ہیں لہ زار ای جان آپ ما نہ عم نے تہ بند میں نہ تو لہ زار بند
 یہ سن کے کسا اونے کہ واہ بہ خوش یہ الیہا تو چھ نہیں میرا لہ زار بند
 آجائے جو ہر کسی کے اسطرح سے نا تہ یہ الیہا ہیں سے لہ زار بند
 اک رات میرے ساتھ وہ میرا مکر بار نہ لہ زار بند چھانے اپنا لہ زار بند
 جب سو گئی تو میں نے بھی چپکے سے ہاں نہ چپکے تو چپکے چپکے لہ زار
 زار بڑی تلاش سے کس تہ زار بند
 جب تو نے زار لہ زار تو کھولا زار بند

کسی کے تہ سے ساتھی کے لیے خوش لہ زار بند شراب سنجہ لہ زار بند شہ میں
 ایسا نہیں ہے کوئی عمارت لہ زار بند فریجے نہ ای ہل شکستہ لہ زار بند
 وار لہ زار بند لہ زار بند لہ زار بند لہ زار بند لہ زار بند

از جناب نقییر صاحب اکبر آبادی

کہا جو ہم نے ہمیں در سکین نکلتے ہو جہاں اس لئے تم میں جو نکل چکے ہو
کہا لڑاتے ہو کیوں ہم سے غیر گو محمد بن کہا تم بھی تو قرآن کا لڑا کرتے ہو
کہا جو حال مل آیا تو اوس کے لئے کہ اس لئے کہ غلط سے یہ باتیں جو تم بتاتے ہو
کہا جتنا تم سوئیں بھلوروز ناز و ان کہہ کہ تم بھی تو چاہتے ہو میں جتنا تم سو
کہا کہ میں کس پر عیدہ بولتا ہے بن کہا خبر ہے ہمیں کہ کیوں زبان پر لاتے ہو
کہا کہ تم نہیں آئیے یاں۔ تو اس لئے نقییر بن کہا کہ سو جو تو کیا آپ سے آتے ہو
دیکھو

میکہ کر کرتی کھلے میں سبز و صفائی آپ کی بن دھان کے بھی کھیت نے اب آن مانی آپ کی
تو کیا ہیں دل فرشتہ کا بھی کافر پھین لے بن ملک جھک دھن کے سبر انگیا تھپانہ
پڑے دو سو برس کے مردہ بیجاں میں جان چکے اوپر دو گھڑی ہو مہ بانی آپ کی
بہشت کشتی کی ہم سے بھی تو کر دیکھو نہ بن باں عبد اللہ ہم بھی تو جانیں پہلوانی آپ کی
کچھ کہنا موت خانی سدئی کے رکھو بن ورنہ کو سبکی ہمیں یہ سرمہ طنی آپ کی
یہ شب اہی جان ہاں گھر میں میرے رہ جائیے بن حال پر بندے کے ہوئی میرا آپ کی
یا سبھی لگتی ہے پیاری جب وہ کتھی نقییر بن بے میاں کچھ ان دنوں نامہر بانی آپ کی

Handwritten signature

یہ بت پتھر کے ہیں ترشٹ سوئی فواد کے ٹکڑے بن گئے اس ناز کی ہر عاشق ناشائے مکرور
 نیکوئی دم کشن نہ اند سے آہ بھی ہم اس بے بس میں میرے قاتل نے میری فریادوں کو
 کسی مظلوم کے شہسب شایہ کام آجائیں نہ اٹھا دیکھتے ہیں۔ دل ناشائے کے کمر
 نگاہ ناز نے چہریاں آجائیں ہر دشمن کی ہر خوشی میں ہر ہوس میں دل ناشائے کے
 خدا جانے بھی کیا میرے قاتل کی کلائی پر نہ اٹھ کر دل پہ ^{اودھ} خیمہ قولا دے مکرور
 دھادینے عیس بھی جوتیت و لپہ لڑ گئی نہ اٹھتے ہیں ان جہنم شہسب ایجاوے مکرور
 ستم ڈھایا خزاں نے آری ستم میں کیا یہ دل و پھیلاں ^{سب} اس ناشائے کے
 قیامت ڈھائی تیغِ فطر ستم میں قاتل نے دے ہوئیوں پنہاں لے فریادوں کو
 کدہ جاتے ہیں دو دوں مجھے بے رب دے پھنس میں لون مہا لے بیکے لڑ گیا دے
 لیا تھا صفت بچو دے دہلوی زبانی کا پتھر کے کیسے زبانِ لیل ناشائے کے مکرور

غزل داغ

قتل کر کے مجھے کس کی سے پوچھتے ہیں یہ عام کس نے کیا ہے یہ عام کس کا تھا
 و غار گئے نہا بیٹے بات مانگتے ہمتیں بھی یاد ہے مجھے یہ عام کس کا تھا
 اگرچہ دیکھنے والے تھے ہزاروں تھے ہاں تباہ حال بہت نہیرام کس کا تھا
 ہر ایک سے کہتے ہیں کیا داغ بیو مالہد بہ یہ پوچھ لوں گے کوئی یہ عام کس کا تھا

غزل ملک اسنوہ خاتانی ہند حضرت ذوقی و بھوی

ہیں وہ مجھ کو بس خوں میں غفلان چھوڑ کر کیا ہی چھپتا یا عتائیں قاتل کا دامان چھوڑ کر

وہ مجھوں ہوں جو لہکوں کچ زلفاں چھوڑ کر بد من سیب جنت تک نہ کنوں شکِ غفلان چھوڑ کر

ہوں وہ منام جب دفتر میں نام آیا میرا نہ رہ گیا بس نشئی قدرت جگہ وال چھوڑ کر

لیا طفلی ہی سے دل میں تر از تیر تیرا جگائے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

ل جو ہر کو وطن میں رہنے دیا اگر فلک نہ لعل کیوں اس رنگ سے اتنا بدخشاں چھوڑ کر

تہا لے لے ہی لگی کا حوریاں عجب سے باغِ ہستی سے جلد ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

یہ ہے ملک مکن میں ان دنوں تیرے سخن پہ کون جائے ذوقی پر دتی ہی علیاں چھوڑ کر

غزل حسن

نہ جب قتل کی جانب تیغ برآں لپیلا نہ عشق اپنے مجبوروں کو پا چھوڑاں لپیلا نہ

روحِ نازکِ افگنِ آفریں مدِ آفریں نہ دلِ کاملِ زخمی لیا پچیاں کا پچیاں لپیلا نہ

نورِ دیدِ جانانِ بزم میں لائے بجے نہ بزم سے میں آرزوئی دیدِ جانان لپیلا نہ

طے کیا دامنِ کلیجہ تمام کمرِ رہ گئے نہ بچا دلِ چھین کر وہ دشمنِ جاں لپیلا نہ

ہو جانان سے جس سمجھا ہوا کر دے تھے بد دل ہمیں سمجھا بھلا کر کوئے جانان لپیلا نہ

Phan Chan

حضرت داغ دہری

بن دوستی کا زمانہ میں مجھ کو کہہ : تو مجھے تھوڑے چلائی دل شیدا کر سپر :
 بن دوست پروردگار ہمسوں کو عیار بنائے : تو میں دل آیا ہے تو کیا کر سپر :
 بن لیکہ دل بھی زدیا اور جانا تو کہا نہ لولی : خٹا لہی ہے ترے تو قافلہ رسید :
 بن وی قاتل دہی خیر ہے شرف : تو بایر سے زبانی نونی کا دہری سپر :
 بدید یا روئے مرغیوں کو خدا نے بھی : آپ بھوئے تھوئے بھٹیس میں سپر :
 بن داغ ہاتھ تو ہیں مثال میں بیز قول : بن دیکھ : ارستہ : تر اس سپر :

غزل بیاں میری

روتی ہے ہم کہ نیرنگ جہاں کچھ بھی نہیں : بن خندہ زن ہے گل کہ رنگ گلستان چھوٹی نہیں
 جن کی نوبت کی مدد کے کو بجھے تھے آسمان : بن دم بخود میں بقو ممکن ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں
 جو سارے توڑ دے کھول کر بند کفن : بن گوری بقی سے جیت ہے پہلو اں کچھ بھی نہیں
 باقہ سچی ہے حنا روتی ہے چشم شریکس : بن خام ہے رنگ گل روتی بتاں کچھ بھی نہیں
 خاک پیر ٹوٹا بڑا ہے مائے سر مائے ہائے : بن دور میں ہی تم ترا جام جہاں کچھ بھی نہیں
 جن کے سحر میں ہزاروں رنگ کے ناؤں تھے : بن جھاڑوں کی قہقہے ہے پورن کچھ بھی نہیں
 زیر مہراب رنگ اللہ اکبر کے سوا : بن چھلکے کتی ہے پاؤں وقت اواں کچھ بھی نہیں

I am a slave

شعل لرد غورڈتے بودل کے پہنے کے لئے : دل میں آبیٹو پلٹو میرا ملنے کے لئے :
 ساقیادیتا ہے ایک جام تو دے دے ٹھکرو : آسماں تاک میں ہے رگ بدینے کے لئے :
 ل نیلے کہتے ہیں اسے چھوڑ دے جتن کیلئے : سگلیا خوب بہانہ یہ بچنے کے لئے :
 روز پتیا ہنس پی لیتا ہوں گا ہے گا ہے : وہ بھی مقوڑی سے مزانہ کا بدینے کے لئے :

از حضرت مولانا راسخ دہلوی

خوش ہوئے غم چھوڑے روز کا غم کھانے سے : جی اٹھے سینکڑوں مرد مرنے مر جانے سے
 اس تھے ہمیں سے تم آئے جو یہ پیام شباب پر اور یہ ہوش ہوئے ہوش میں آ جانے سے
 شرم میں ناتواں اعمال نے میرے کھل کر : اہل عیال کو بچایا ہے سزایا ہے
 عیاں بنے کہ اٹھ اٹھ کے ہمیں پیاروں : سر تو بھانے سے عیاں نے شرم مانے سے
 ہر ت حسن ہوئی رشتہ نقاب عارض : وہی اندھیر بازار فکے ہٹ جانے سے
 بے غم بھرتیاں سے دل پر خوں صد چاک : یہ ہے وہ مہجول کہ کھل جاتا ہے مر جانے سے
 ہی سر ہے کہ کبھی رہتا تھا زانو پہ تیرے : یہ بھی سر ہے کہ تجھے کام ہے ٹھکرانے سے
 مٹے پیر امیر کے گریبا : کیم طرح تم پر شباب : کچھ سے کچھ ہو گئے جو بن کے ابرو کرنے سے
 ان کچھ باقی ہے راسخ میں سوئے بہر لعل : اس کو جانے سے دیا کام ادا کرنے سے

Rasul Chaudhary

غزل حضرت داغ دہلوی

ح

جس سے کیا ہے آپ نے اقرار کیا باجس نے سنا ہے آپ سے اہلاد مر گیا
 واما بلائے عشق کی و شملتر ہی۔ اب ان پیراں پیراں نے گرفتار مر گیا
 آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس تیرا کئے نہ جائز ہوئی کہ طالب دید مر گیا
 کہنے کہا کہ داغ وفادار مر گیا۔ وہ ماضی نے کہے ہیں کہ یاد مر گیا
 اس بلی کے داغ نے افسوں جان دی باجھ تیرے فراموشی نے اہلاد مر گیا

غزل مفضل

اسیر بیخود عہد شباب ارے مجھے یہ کہہ گیا مرزا مجھ پر شرب کے نیچے جا
 عطاے دولت حسن شباب کر کے مجھے یہ خود ایسا جلوہ دکھایا شباب کر کے مجھے
 وہ پاس رہنے نہ پائے کہ آئی موت کی نیند نہ لیب سوئے مصروف خواب کر کے
 یہ اون کے حسن کو ہے صورت آفریں کے کلام غصہ میں ڈال دیا لا جواب کر کے
 بزرگ گناہ زباہہ ہیں یا تیری رخت پہ کریم یہ تو بتا دے حساب کر کے
 کسی کے درد محبت نے عمر بھر کیلئے نہ خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے
 میں اون کے پردہ بیجاے ڈر گیا مفضل نے انہوں نے جاری ڈال دیا جواب کر کے

Green Chander

سہرا غالب

خوش ہوا ہی بخند کہ ہے آج ترے گہرا بن باندھ شہزادے جوانِ بخت کے سر پہ سہرا
 یہاں اس چاند سے منکھڑے پہ بھلہ لگتا ہے نہ ہے ترے تیں دل افروز کماز اور سہرا
 یہ چہرہ صفا ترے کھینچا ہے پرائی باغِ گلہ نہ فقہ کو ڈور ہے نہ چھینے تیرا بند سہرا
 لگو بھر مری پروئے گئے ہونگے موتی نہ ورنہ کیوں دے گئے ہیں کشتی میں لاکر سہرا
 مات دیا کے قراہم گئے ہونگے موتی نہ تب بنا ہو گا اس انداز کا نر بھر سہرا
 بخ پہ دوہا کے جو گری کے پسینہ ٹپکا نہ ہے رگ ابر گہر بار سراسر سہرا
 ابھی ایک بے ادبی تھی کہ تباہ بڑھڑا نہ ہو گیا آن کے دامن نے بزرگ سہرا
 نہ میں اتراؤں نہ موتی کہ ہیں ہیں نہ چاہیے بھروں کا تھا ایک مقرر سہرا
 یہ کہ اپنے میں سماؤں نہ خوشی کے مار نہ گوندے پھولوں کا بھلا کوئی کیونکر سہرا
 ح روشن کی دیکھ گو ہر عطا کی چمک نہ کیوں نہ دکھدے فروغِ مددِ واہتر سہرا
 مادِ شمع کا نہیں ہے بید ابر سہرا نہ لگے گا تاب گراں بارش کو ہر سہرا

ہم سنیں نہیں غلبہ سے طرفدار ہمیں

دیکھیں اس سہرے سے کہے کوئی بھتر کھرا

Prem Chandra

از پادشاه عالم شرماء علیہ السلام

آزاد ہونے کے لئے سرہ سپرد کرنا ہوگا بد رند یوں تم کو بھی سب جہنم جلا نا ہوگا
رند یوں کچھو دو تم اپنے بیچ لوگوں کو بد یہ کہ قیہ روز تمہیں دھرم نہجنا ہوگا
رند یوں چھوڑ دو تمہیں جان کس طرح دنیا بدیشی ہوتے ہو ستموں کے نہیں یہ تم کو برا بھلا ہوگا
اپنے بھڑکوں سے جہنم جلا نا ہوگا بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو
رند یوں چھوڑ دو تمہیں کو بد رند رندنا بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو
جان کو بدیشی کا چھوڑ دو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو

دیگر

غافل شراب مست پی خانہ خراب ہوگا بدیشی میں گرہ لگا منہ میں پیشاب ہوگا
وان پر بیٹگی تمہو کو پیشاب کی پیانی بد اور منہ میں تیرے بھشتا کا پھر کباب ہوگا
بی کر شراب تمہو کو لدی کے جانا سوچو بدیشی وان پر تو سر پہ تیرے تیرے تیرے تیرے تیرے تیرے تیرے
تیرے کان تیرے سر پہ میرا سکی بد اپنی طرح مروت لوں تو خوار ہوگا
سنہ کالہ کر کے تیرا تجھ کو لدی پڑھا کر بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو بدیشی کو

Pran Chan

غزل

راجی سوچو یہ کیا سب ہے تو بندوں کا ہے حال ابتر یہ کہ ای تیری ہے ہر روز ان کا شامیہ کھتر
 کھتر پرستی گھٹی گراں کی تہہ او آگے آگے تو کچھ دنوں میں دے گاں کا تہہ ار۔ نام و نشان مٹکر
 بھی قی ستر کروڑ ہند میں ان بندوں کی شہر لیکن بدہی ہے باہر کروڑوں کم اب اصلی تہہ دان کی گھٹ کر
 دے آتے کا ہر سو کے علمہ ہوئی ہر تہہ کو رزم نہ سچ کے تہہ میں جاے ہی مسیحی جاے دیکھ بنکر
 ان جو ظلم و ستم اگر یہ اچوت جاتی یہ یوں رہینگے نہ شیکے عینی ج کے پیسے ہیں جنے یاں پر چار ہتر
 ہے اونچے ورنے لوگوں کی بہ لوکی کا کچھ ٹھکانہ : اچوت توں کو یہ سمجھتے نہیں کہے بلی و ملت
 ہی سے توں کو دہیں میں سدا میں ستر ہا : نہ مگر جو چوے چار ان کو ہوں مخدہ نازل قبر او سپر
 میں کا بنی غربت گما جو چوے جوئے نیچ کوئی نہ دے نہ دے دے ہی بکوتا ہے کہنے ہی رال ملک گہر
 پاتے جہنم بہ لوگ نہ تو بھگن ناپاک شخص ان کو نہ ہوں جو ہا ہی عیسیٰ اور ملان تو پاں ہوں میر و دم کے اندر
 پاتے نہ شک یہ گائے رکھک ہے ان کے چرنے نہ بکوتا : بڑے مگر وہی گائے جھلک تو فرخے میں اگلے مل کہ
 تہہ دہر پر پوئے جتک رہے نہ وہ نہ لکے ٹی بنے ملان تو بونے ہم سے معذور سسر
 ہی ہم پوچھ پاتک احوال کے زندگن کا با : تو صد کہہ گئے پھر ہے ہی غلے نہ پوچھ یہ لہو لیکر

Pran Chaudhary

از حضرت فقیر اکبر آبادی

کب شل شیشہ اون کما کی کے برائے دل پہ پتھر چنیں خدا نے دیا ہو بھلائے دل
جب نے چلہ وہ دل میرے ہوئے کھینچ کر دے دل سے تیرے صدایں لکھی کہ بڑے دل
اوسے اگر پتلاں کے تئیں کہ سم و لہری : تو تو بیاں نہ پھر کہیں ڈھونڈ اپنا کھم
اب تو تری جفا سے یہ مانگوں میں عین دعا کا ظالم خدا کرے کہ تئیں تو افسانے دل
اور جہید تو فدا ہو وہ ظالم ہو اس تندہ نہ مطلقاً ترا وہ نہ خاطر میں دے دل
ناچار جیسے تجھ سے چھوڑتا ہوں دل کو سچ : البتہ تو نبی رہی : لگا کر تیرے دے
شیدائوں میں تو یسوی و مجنوں کی جاو پر نہ خالق نے کیا ہی تو بی اوں کے بنائے و
ہیں یاں پڑے اہل دل اکثر یہ کہتے ہیں : بے چھوڑا : اک نفیر بھی ہے خاک پاسدا

از جناب محمد شریف صاحب شوخ لاہور

بدنام نہ ہو میری ونا یار کے خاطر پہ دشمن کے بھی دل آؤں ونا یار کی خاطر
کافر بھی بنا اور مسلمان بھی ہو ایں : جو کچھ بھی بنا جائے ونا یار کی خاطر
میتے ہیں سب حال پہ کیوں شیخ و یحییٰ : سر جوڑ تا درویش پیر یا دہی خاطر
ای مریخ حرب ظلم کا شکوہ ہیں مجھ کو نہ ہرک شتم میں سے سہا یار کی خاطر
.....

از جناب فقیر صاحب اکبر آبادی

جتنے ہیں اب جہاں میں سبزی نے عشق والے پہل شاد رخ آنکھیں سرسبز منہ اوجھلے
 پتے ہیں سبز پتے کھاتے ہیں ترنوالے پہ کیا دیکھتا ہے بیٹا اور بار حسن والے
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھپرے ہائے
 ہر وہی تو نے سچوں تو ہے کھائی پہ سرخی نہ بھی تیرا آنکھوں نلک نہ آئی
 دیکھنی ہے تجھ کو نیم عیش کی چڑھا پائی پہ او چھپیں دواں پالے اور چھاندی چار پائی
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھپرے ہائے
 بے ہے پورے تیرے خاطر رتبہ مہر واد اب دوستی کر لیا خجھ کو وہ چور مہر واد
 تو لیکتا ہوں اتار کھرو نہ گر سیر وینے تو کر کے دل کو
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھپرے ہائے
 ماکر نیم خام مت ہو تیرا فیملی پہ تن سوکھ کر کھیاوے آواز ہو کی دھیمی
 توں بھیننا بنا ہے اے کلندر اسیسی پہ عاشق تو اب اس کے من سے ہیں قدمی
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھپرے ہائے

See on the next page

نائی و سیدیں اور اہل ایمان اگر کرب کا : مہو لیکھا پیلہ میرا یا بھلا کر لیا
 بی کر شرب : مہو لیکھو میں کر لیا : اور زخم کو کھلے کھجے ہرے لیا
 بی عاشقوں میں : کرد و بھنگ کھیا : ایک دم میں تیرا کھوٹا کھوٹا :
 کا بھاپ سے مہو کا تیرا شہر ہزار : اور جس کے پیٹ سے تجھ کو لے لیا :
 چاہے اگر اوڑنا عشرت کا ناز جزا : لومہن ہار نہیں اور اوڑنا کھلے لیا :
 بی عاشقوں میں : کرد و بھنگ کے پیالے : جو ایک دم میں تیرا کھوٹا کھوٹا :
 ہیں اس نشہ میں عالم سو رنگ کے چھوڑا : تیرا کھوٹا کھوٹا :
 گھر دیکھتے ہیں تیرا کھجے عیش کے چھوڑا : تیرا کھوٹا کھوٹا :
 بی عاشقوں میں : کرد و بھنگ کے پیالے : جو ایک دم میں تیرا کھوٹا کھوٹا :
 سبزے کا وہ نشہ ہے اور غمی وصال باوست : تیرا بدن ہوا درد :
 آنکھوں کے آگے آکر سروں سے بھول جاو : عشرت میں لہریں آویں دھو دھو :
 بی عاشقوں میں : کرد و بھنگ کے پیالے : جو ایک دم میں تیرا کھوٹا کھوٹا :
 پیہر پاس یارو یا مفلسی سہیں گے : پر یزوں کے یان تو در بھوس بہیں گے :
 کوئی کے مسرے کھا او طرف رہیں گے : اب تو تیرا پیاس ہر دم ہی ہیں :

از جناب فقیر صاحب اکبر آبادی

جدا جب گھر سے اُس دیر لوگوں کو جس سے چھیننے پر عرض کی تو سچ کے علمو علی جھیل سے بھاگتی تھیں
پلے تلے شکر بے سوغات اور تھوڑے جیل سے بنے ہاتھ یاد آئے۔ اُس کے شکس نے پانی نے
بنایا پانی نے دیکھ اور سنبلا گھر مال نے

وہ گھر کی جھیل آئینہ جند ویدیا حیران بنے وہ کامل کی کھفت جھیل فدا ہو سنبلی وہ دکان
سی اور پانی سے بھی منفعل ہوئے سنبلی وہ بچا کا یہ میرا دل دیکھتے ہی اُس ضم کو سو گیا شادان
نکاح میں دم بدم سویش و شرت سے لیں میں

ہمارا کسی جانب میں نے جب بھوکہ نہ دیکھا بنے وہ عالم حسن کا اُس کے بہت جھم کہ پسند آیا
انگلیں پیاری پیاری اور بھولا سا وہ سچ اُس کا کبھی خوش ہو کر ہو چو کی بھی بولد لایا ہوا
عجب لوٹے مرے اُس وقت نظاروں کی اُٹھ لے

دوڑے دل کو میرے اُس آن حاصل کیا یہی خوش شوقی بنے اُسے بھولا کھدیں نے دیکھی ہوا اُس کی
بھی رخ پر کبھی رنگوں کی جانب منشی باندھی بنے بولد منہ سے ہرگز نہ دیکھ روہ خوش شادی میری
گھر کچھ کچھ شکر بے سوغات کی شکر بے سوغات

See on the next page.

وہ جسم سدا بہار تو مسخات ہوئے کھل کھینچ : ہوا مل کو لیں میرے کہ یہ محبوب ہے ہوا
 نہ یاں تجھے خوف ہیوری کا نہ یاں خطو ہے تجھ کا : مجھے کوئل کے غائل ہوں مگر نہ انا
 کیا کہ بار نہ غصہ میں سرخ عیار اچیل نے

میرے ہونے اور نہ ہونے یا روح اس کی شکل یہ بھی نہ ہو گیا اور نہ پلایا مثل بے معبود
 کہ لعل میں کروں اب کیا سمجھ تو سہوئی تھی : اب اس خلا کے ہاتھوں سے بھاؤ یا پھر نہ
 اٹھا رجب قدم و ان سے لگا گئی طرف چلنے

جب اوس عیار نے دیکھا کہ اب میں یوں چل گیا : کہا نہیں کہ اس پیر فن کہاں تو جانے پاؤ
 یہ سن کر اور بھی گوا گیا میں خوف سے کہیں جا : حیلہ دونا جو آئے کو تو وہ پیر نہیں پاؤ
 اڑا گرفت نظارے بچا اب تم لگے ٹلنے

کہا جب اونے یہ پیر جو اس اپنے مجھے مجھنے : ٹھٹھک کر رہ گیا اوس جانہ سر نہ چل سکا
 دکھائی عاجزی سنت نبی کی اور عجز بھی جوڑ : ادب سے بوں کہا اب تو ہوئی تعمیر یہ مجھ
 لگے قطرے پسینہ کے سرے منہ کے وہیں ڈھلنے

نہ آیا حرم کچھ اور کوستہ میں نے سماج کی : لگاؤ نے سامنے آئے ہائیں میں سنا دیو
 کمند زلف پیر خم نے بھی آون دل کی پھر جکڑی : لگے غنمے لگانے میرا جو کھد کے سوئے

اودھر سے تیغ ابرو کی بھی پھر کیا کیا لگی جینے

دھرتی وادالپٹی کرشموں نے اودھر گھیرا : اودھر بلکونی نوکوں نے جھجھکا دل میں نشتر سا
دھرتی انک دھجج نے کیا دیوانہ و شیدا : اودھر آنکھوں کے جادو نے بتایا بولہ کیا کیا

اودھر کہیں پھرتیاں کیا کیا لگا ہوں کی بھی جھل بل نے

رے کیا دل کوئی جس جا رہ صورت آن کر لکھتے : بچا دل کو پھر کیونکر کرے کیا اودھر کے روکے
روں کیا اوس گٹھی کچھ بن نہ آتا دوسرے کھجے : دکھا کر مجھ کو اپنی وان زبردستی کے یہ لقمے

وہیں دل لیدیا جھٹ پٹے ظہیر لوس غنوج جینے نے

بہرہ لولے اک دہر دلوں کو حسن سے چھیننے

از منشی گوری شنکر صاحب قادیانہ

لکھنوی دھن کا نسا نسا جاسنا تا : نہ جاتو مان جا کہتا جاسنا تا جا جاسنا تا جا

یہ ہیں ریں میں بے سہو یہ سیکھیاں سینہ کی ماتی : نہ سنا کرتان بسا کی جگھاتا جا جگھاتا جا

سائیں ہیں جو تو نے تان کے انھان کے پیاری : تو نہ کہہ دے چاٹو ایسی ہے مناتا جاسنا تا جا

عالمیہ میں جادو ہے کہ ہونٹوں کا ہے یہ کتب : نہ تک سی بات یہ کا تا تا جاسنا تا جا

تیرے سیر میری کو سنا کے ٹیر بسا کی : نہ دوئی دل سے ہمارے تو مٹاتا جاسنا تا جا

بزمِ شادی کو رہی شکر و احب قصیر و لمبوی

نہ سوئی ستیاں ساتھ رہے ۔ جو بن یوں ہی جات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

سکڑی رہی سوئی کہ جاگے رہے ۔ ہمہری نہ پوچھے ستیاں بات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

اون بن نہ تار رہے ہی گئی گئی ۔ ہر اٹ تک کاٹی رات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

برہ ان تن بھر دکن لگی رہے ۔ جرو ہی جات بگات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

قصیر پاکیسے دکھ دانی رہے ۔ کبھو نہ چہشتیاں لگات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

Prem chana

25-5-24

از منشی گوری شنکر صاحب فقیر و ہوی

مان جا رہے مان جا رہے تو بڑے سے ہوری میں نہ کرا بھلاں تو
رہنے دے ہاتھی میں اپنے گلال بڑے ہوری ناہ بھنگ چوڑا سا تو
سیدھا کرونگی تہاوانیٹل بڑے ہم سے کیا لیکا کر کے کان تو
نورے چھیل جانتی ہوں پھیل سب بڑے کان موکو جان عا انجان تو
تھاڑوے چل پڑے ہماری گیل پھیل بڑے کیوں کر روت ہم سے اب اچان تو
پچاں کہیں کے پچاں قصیر بڑے گئے آیا ہے جو بنادان تو
دیگر

اچھو بھو کھدڑی ہوری کا یہ مراری رنگ سے ہماری ساری ساری بھجھوٹے ڈاری
بیکوڑی جوڑا جوڑی تیاں پکر کے موری۔ انگیا بڑی موری سب کھینچ تان ہماری

اچھو بھو کھدڑی ہوری کا یہ مراری

جوہین و منڈے مکھڑے محل سانے۔ مکھڑے سی لڑائی ٹھانے دیدیے مکھڑے ماری
پٹ پٹ کے مکھڑے مکھڑے چوڑے گول ٹوٹ بڑے قصیراٹ پٹ ایسوپٹے راری

اچھو بھو کھدڑی ہوری کا یہ مراری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

از نشی گوری شکر ماحبہ قصیدہ ہوری

مگر اس پھلو اچھاوے نہ کھٹوا - پیناں ہورن کیسے جاؤں بیکھٹوا
لپک حبیبک ہوری جھٹک شک پھورے - لپٹ جھپٹ کھولت گھونٹوا

مگر اس پھلو اچھاوے نہ کھٹوا

بہر چھاری رنگ انک سپردارت - ملت گھول کر ت کھٹوا

مگر اس پھلو اچھاوے نہ کھٹوا

قصیدہ پانچٹ پک انک موسے سین ملدے - کیو چاہت اُسٹوا - مگر میں چھپوا
دیگر

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری بہ کشور کو اور کچر و مکر کا نگرنگ میں پچوری لوری

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

کسوی چوڑے چھوٹے رنگ کے کسو کو اپنے لگائے انک سے نہ کسو کو جانے ہی دے نہ شک سے نہ دیکھو شکھڑی

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

قصیدہ گول کا ہے نو اسی کرے ہے دیکھو انکی ہانسی نہ رہو نہ پچائیں کوئی بہا ہانسی جاکو میں اوہی بسو

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

Pran Chandra

از منشی گوری شنکر صاحب تقیر دہوی

ماںشہ ایک عام کا جبر دجا ہو ہی جاتا ہے

تیرا کا نا وہ ہوری میں دیوانہ ہو ہی جاتا ہے

اے رنگ کا دیکھا ہے ہم نے رنگ ہوری کا

کہ روکھا پھیکا انسان بھی رنگید ہو ہی جاتا ہے

ختمے نئے کائے نگ پر مدتی ہنس رنگمے

مگر ہوری میں بچہ زگایا مانا ہو ہی جاتا ہے

یہ جاتی ہیں سکھیاں کان کے جبر وقت ہوری میں

تو پھر چھید کا بان کا پری بھی سیدھا ہو ہی جاتا ہے

مید گھن بہتی میں کا نا سا میں دیکھا

جہاں جاتا ہے وہ سکھوں کا مید ہو ہی جاتا ہے

تجیر اک رنگ دنیا سے نرالا تم بھی رکھتے ہو

تمہارا منے والد بھی رنگید ہو ہی جاتا ہے

Pranam

از منشی گوری شکر صاحب قصبہ دہلی

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی
کیا اوستہ نے مجھ پر خدا جانے کیا کیا میری نیند گئی

جدا جو ہم سے ہمارا وہ یاد رہتا ہے، ہنساں ہرق پر دل بقرار رہتا ہے

خفا وہ کسے پرور گمار رہتا ہے، نہ ہی خیال ہمیں بار بار رہتا ہے

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

جدا کی اوس کی بھی دیکھو تو کس بلا کہے، ہر کہ میں آئینہ ہوں پرگت ذرا کہ کی ہے

نہر جو میری لہر قدہ کی جفا کی ہے، ہنساں نہ کہ غلام نے اوسکی کیا کی ہے

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

میں ہر ایک ادا سے ملل ہوتا ہے، ہنساں کو تیرا لب خیال ہوتا ہے

خیال دل میں ہی رہنا محال ہوتا ہے، الہی دیکھئے کیونکر وصال ہوتا ہے

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

Pran Chand

Pran Chand

At 29/5/91

از منشی گوری شنکر صاحب قصیر صاحب دہلوی

زرتیاں نہ ڈارو ستیاں چھاڈو بتیاں گدگدوں پتیاں

اتنی ارج موری مان - تم مانو موری بتیاں - اوجی کوئی دھوکھت ہن چپتیاں

بگرتیاں - نہ ڈارو ستیاں :-

گین گین موری مت آرے - چل چل یاں کے قصیر پیارے
ٹوٹو جھاڈ - باتیں نہ بناؤ - حرم نہ دیکھاؤ - موہے نہ سہاؤ

سارے گاما پاؤ صفائی سا - نہ سٹانخی و حجاب کا کارے سا

دیگر

تری یاری میں دشمن زمانہ ہوا

بھونکے ہی اپنے پرے تمام دشمن جاں - رہا نہ حال دل زار کا کوئی بھرساں

اک جلا پایہ دل لگا لانا ہوا - تری یاری میں

پھنسا ہے ٹائمر دل جبکہ دام الفت میں بڑی طرح کے گرفتار ہے مصیبت میں

بڑی مشکل قصیر اب چھوڑا نا ہوا

تری یاری میں دشمن زمانہ ہوا

(۷)

۔۔۔۔۔

از منشی پوری شکر صاحب فقیر دہلی۔
 بجاوت ہے دیو ریا کو تو کوکت اپنے سنگ
 دیکھیں سب تراور ناری لٹی ہے تیری مت کیو دھاری۔
 کیا اچھی تہجد ترنگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ
 کیں نہیں مری مٹ ڈوئے۔ چل ہل لگا گریہ ہوئے
 تو نے بی ٹی ہے کیا بھگد، نہ کوکو کوکت اپنے سنگ
 ساس نہ دیا دور نیاساری۔ من کے موری شوری پاری
 رہ جائیگی دنگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ
 جا جائے یہ گوہر لٹائی۔ کر نیئے دیکھ لٹایا بھائی
 ہوئی فقیر پیالے جگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ

Prem chand

2/5

B. Kishan chand

10.11.11

از منشی نوری شنکر صاحب قصیدہ نوی

کہیں کو جاتے ہو اٹھ کر ذرا سو رسیا : پتھو تھو تو سہمی میری جان تمہو رسیا

یہ اضطرار کہاں کی ہے کہہ تو دو رسیا : خدا کے وارے ٹھہرے ذرا رہو رسیا

ہمارے دل کو چرائے کہاں چلے رسیا

زبان کی نہیں کیوں تیریاں دیکھاتے ہو : ہمیں خبر ہے کہ اوروں کے آتے جاتے ہو

یقین لکھو بے قسم نہ قسمیں کھاتے ہو : ہمارے سامنے باتیں جھٹ بناتے ہو

ہوئے ہو گئے بناؤ تو جہاں رسیا

باتیں جسے بناؤ نہ بس چلو جاؤ : چاری آنکھیں دکھاؤ نہ بس چلو جاؤ

بے پروں کی اڑاؤ نہ بس چلو جاؤ : ادھر کو آنکھ ملدو : بس چلو جاؤ

وہیں کو جاؤ رہے رات مہر جہاں رسیا

بات کوئی ہے جو کہ بچھا رہیں : محیب دل ہے کہ جسکو ذرا قرار رہیں

پتھیر آپ کہیں گویا ربار رہیں : تمہاری بات کا کچھ ہم کو اعتبار رہیں

فکالو سامنے میرے نہ تم زباں رسیا

Premchand

دشمنی گوری شکوہ صاحب قصیر دہوی

منہاری قسموں کا کیونکر یقین کریں رسیا بنے یقین کیلئے گھر تو ہمیں نہیں رسیا
 تمہیں کہو کہ کئے تھے ہمیں میں رسیا بن رہے تھے اہل جہاں جاؤ گم ہو گیا رسیا
 میں ہیں مارے ستائیکو کیا ہمیں رسیا

غضب ہے سوتے ہوئے آفتون کو جگاتے ہو رہائی چلوں سے ہستی مری مٹاتے ہو
 بدل کے پاس رقیبوں کو تم بٹھاتے ہو یہ مثالِ شمع بجے برز آئیں جلتے ہو
 وہ ایسی کونسی ہم نے فحاشیں نہیں رسیا

منہاری دیکھی طبیعت عجیب ہی رسیا بہ برلے غضب کی ہے پیچیدہ جلیبی رسیا
 بدلتی رہتی ہے رنگت گڑی گڑی رسیا کہی ہے جو رنجل میں کیلی بری رسیا
 قصیر تم تو ہو ہر جائی واقعی رسیا

ہر ایک بات پر پایا ہے تم کو پیر قصیر : ہمیں نہ سمجھے تھے اس قدر ہوشییر قصیر
 غضب ہے مجھ کو سمجھتے ہو اب حقیر قصیر : یہ کسی زلفِ دو تالیں ہوئے اسیر
 دو تم تو لکھنویں مارا آئیں رسیا

Qadus shams

از منشی گوری شنکر صاحب تعمیر دہلی

کوئی دنیا میں ایسا بشر ہی نہیں۔ جسکی پرستی ہو تم پر نظری نہیں

جوانی چڑھتی ہوئی ہے اتھار کھون ہیں : اُبھرتا آسمان ہے جو بن نگار کے دن ہیں
شباب جوش پر کیا ہے ہمارے دن ہیں : بناؤ کرنے کی راستی سنگار کے دن ہیں

کہیں تم سا تو رشکِ قمری نہیں

لشہ میں ست جوانی کے ہے یہ عالم ہے : بد سے زلف پریشان ہے تو کیا غم ہے
یہ سادگی ہے بناوٹ کے کچھ نہ مخم ہے : جفا کا ذکر ستم کا فیال بھی کم ہے

انہی ہوش کی اپنے خبری نہیں

پھر دئے ہوئے ہر دم ادا نکلی ہے : نظر کی تیغ سیر بزمِ کھنچ کے چلتی ہے
عنا بہا نیکیوں کا حقہ میاں پہنچتی ہے : ستم کے سانچے میں شمشیر ناز و دلچسپی ہے

اوسے بغیر جزا کا خطر ہی نہیں

مجھ پہ شکل کا دیکھا وہ رشک ماہِ منیر : کہ جس کا ثانی جہاں میں : نہ لکھ کوئی قہر
محبوبِ مکان اور نہیں اور دھریں پکیں تیر : غرض جہاں میں اوس کا نہیں ہے کوئی نظیر

نظر آئی کسی کو کمری نہیں

دہشتی گوری شکر جب تھیر دہوی

بڑھی ہوئی ہے ہر اک کی انگ ہر اک میں : شراب اوقی ہے چھتی ہے گھٹ ہوئی ہو
 بواہر بھید کے ہوئی مارنگ ہوئی میں : کسی کی ٹھہری کسی کی تھک ہوئی
 کسی کی تیان دو رو کے کس کے چوئے مال : ہر اک سے کرنا پھر ہے وہ تنگ ہوئی
 ہر اک بنا کر پھرنا ہے آج متواں : بڑھی ہوئی ہے فٹ کی ترنگ ہوئی ہو
 عجیب رنگ کی دیکھی تھیر کی صوت : کہ جسے دیکھی گواہ ہے وہ بڑھ ہوئی ہو
 دیگر

ہوا جب سے جدا مجھ سے میرا منم میرا چین کیا میری نیند نئی
 نہیں صبر ہے دل کو خدا کی قسم میرا چین کیا میری نیند نئی
 غم فراق کا مدد اٹھائے بیٹھے ہیں : جگہ بہ تیر محبت کا کھائے بیٹھے ہیں
 نہ پوچھو تم سے کہ کس کے ستائے بیٹھے ہیں : کلجہ ہاتھوں سے اپنا دباؤ بیٹھے ہیں
 جدائی اوسکی ہوئی میری جان کی لیوا : غم فراق سے دشوار ہو گیا جینا
 تھیر دیکھ کر طرح اوس سے ہولنا : لظری آتا نہیں کوئی دوسرا لید
 ہوا جب سے جدا مجھ سے میرا منم میرا چین کیا میری نیند نئی

از جناب ہر تبر صاحب

مہربان مجھ پر ہوا ہے وہ انور میرا : تاج تقدیر کے چمکا ہے تقدیر میرا
 وہ دعا حسن کی تاثیر برپا ہوئی ہے : لکھیا تھا جو خط عشق کبوتر میرا
 غیر کہ اسے عنایت ہوئی قیمت ادنیٰ : گاماباں ملتی ہیں تجھ کو یہ تقدیر
 میں وہ بلبل ہوں کہ صید کا دل دلکشا ہے : ٹوٹ جاتا ہے غصہ میں جوڑی ہر
 کو بچو کلمے عین غلو کریں : لکھتا ہے تار بائی تار میں جو موت کا دل مضطرب
 دیکھ رہے تانا فدا عشق کا مٹھوں لکھی : لکھتا نام بھیجے میں کبوتر میرا

دیگر

لکھتا تو لکھتا ہی رنگِ حورم سے ہوا : ہمارا کیا ہے فدا کیا قصور ہم سے ہوا
 طعنے سے لپٹ جائے فدا کیلئے : معاف کیجئے جو کچھ قصور ہم سے ہوا
 نہیں جاؤ کہ تم نے اگر نہیں توڑا : تو کیا یہ بیشک دل جو رچوڑ ہم سے ہوا
 بیشک نیکیاں باتیں تمہیں نے کی شرکی : ہمیں تباؤ کبھی کچھ فتور ہم سے ہوا
 ابے سوتے میں بوسہ فدا ہوئی ہم سے : لکھتا ہے گناہگار ہیں بے فدا قصور ہم سے ہوا
 خیال ہمیں ہجریا رکا : ہر تبر : تو وصل میں بھی یہ سعہ نہ دور ہم سے ہوا

Chanda

از جناب ہر تبر صاحب

اوس بے وفا سے دل جو لکایا تو کیا تھا : کیا نہ وہ تو زہر مہی لکھایا تو کیا تھا
 زہر او نے نقشِ پا سے تیرے کو میری : سمجھو تو لگو قبر پر نہ عید لکھایا تو کیا تھا
 انجی یہ خوشی ہے کہ تم شاد ماں رہو نہ جانشن سمجھ کے ہم کو روایا تو کیا تھا
 میری طرح ہوئی نہ دیکھا وفا کسی ہو : عطرِ جنا جو کمر لکھایا تو کیا تھا
 خود بھی تو سوزِ غم سے جلی مس رات بھر : پروا تو لگو جو او نے جہاں لکھایا
 آخر میرے لوگے کتنے تم نے ہاتھ مسخ نہ ہر سوں جہاں : جہاں لکھایا
 کچھ روز وصل و ہجر کی باتیں کرو تبر : کیا تو کیا تھا جو نہ لکھایا تو کیا تھا
 دیگر

بسموں میں جا کے یا پروا توں میں ایدلِ طرب : جا لفتشائوں میں سر سید ان سخیلِ ترو
 دیکھ لگا میرے دل کی تو جو لو تالِ طرب : نہ خود لگا بس نہ یوں ہی غیتِ کمال
 آئیدہ نمحو جس کا کہ پروا نہ ہے تو : بے مبارک ہو تجھے خوش ہو نہ بہی دلِ ترو
 لوں بعد پروا نہ سچل سے تر پا جا گیا : جو تر پنا میں تر تپاؤں پہ چلے تر طرب
 جا جا ایسا میں تر پا اوس پر تو کیسے : بگولی مشہور میری سیکڑوں منزلِ تر طرب

Q. 10. 10. 10

از جناب ہوتو صاحب

محال ہے کہ ایک چل ہے نیند آتا ہے غصہ ہے نہ نرسی آنکھوں سے آنکھ لڑانا
 اگر رہا نہیں کرتا تو ذبح کر دیا دے کہ ایسے جینے کے بہتر ہے اب تو مر جانا
 اور دیکھو سنو تو ابھی حیا نہ کرو نہ جب آؤ گے میرے آغوش میں تو شرمنا
 خدا ہی جانے پری ہو کہ جو رکھو لہر دیا تو دیکھیں لیکیں تمہیں نہ پہچاننا
 نہ غور نہ مجھے لیونگا بوسہ نہ نکلوں گا نہ لپٹ سہی جاؤں گا مجھ پر نہ تینے نہ چھوگا
 زان قریب ہے نصیب ہمارا فرما دے کہ جن میں بھول کے تم اگے گلو نہ رونا
 دلیک

چ کہد و ب آؤ گے جاں اون کے کہا جب پہن کر کہا آجائینگے لا بہکا نہ
 میں کو بھی لہو سفت میں مجھ کو بھی ہونٹی قدر با دن موت کے آگے کسی قابل نہ رہا جب
 صیاد ابھی تم تو بچو کہتے ہیں تم میں نہ لٹھو لٹھا جیسی لطف ہے تم ہونگے رہا جب
 موت میں صیاد نے کی میری رہائی نہ اسی دل نہ رہا سیرِ مِلتاں کا مزا جب
 اب اپنی میں کیونکر تیرے تیروں سچا پاتا ہے ملے کے کہیں بستی ہے آتی ہے قضا جب
 پکار رہا اس کے ہے بتیابی کا اظہار نہ منہ پھیر لیا دردِ جگر مرنے کہا جب

رہتی کب تک یہ بے نیازی کسی سیر بیک جفا دے نہ

بشکل خیر تو کھینچ لئے ہوتاؤں یا کیا کروے نہ

کے لہجے ہے عداوتوں کا لہ تم ہمیشہ و ما کرو گے نہ

یہ مہربانی تیار ہی ہے کہ ایک نہ اک دن دغا کروے نہ

جہاں کسی کے نظر میں تیرا پے سے دینے لگا دیانی نہ

اگر یہاں حال ہے تمہارا تو کچھ دنوں کوہ کیا کروے نہ

چلو پھو دو نہ مجھ کو دھوکا یہ میں سمجھتا ہوں رمانی آری نہ

یہ سب ہیں چمکے فریب گھاتیں تم اور مجھ سے دغا کروے نہ

سلو نہ احمد کہ اون کے دیکھو نہیں تو روٹا پڑا کتا تم کو

یہ آگ رہ رہ کر تیز ہوئی تراب تراب لے جلا کروے نہ

دیکھ

مہر میں تجھ کو نہ ہی اور شک و غم نہ دیکھئے نہ اپنی آہوں کا کبھی ہم بھی اشر و یکھئے نہ

بس اوتر جاگتی ہر جہاں کسی جگہ میں نہ تر فہی جہوں کے کہنی وہ جلا دھو دیکھئے نہ

باد آجائے اوجھڑ پڑاں اون کے نہ جب جن میں کوئی ہم تازہ شمر دیکھئے نہ

Pran Chandel

از لادرام حاصل برقی سیالوٹی

نہ ہوئی بند مولانا بھی رفتار شدہ معنی کی نہ لگائی تو نے معنی بیانیہ نہ تکرار شدہ معنی کی نہ
 نہ ہمیں نوعی تبلیغ و اشاعت ہو بلکہ ممکنہ نہ ہمیں معنی کو اب کسے کسے بکار شدہ معنی کی نہ
 نہ ہمیں کچھ آکرہ معنی یہ ہی منحصر حضرت نہ ہے جتنی ہند میں اب ہر طرف تلوار شدہ معنی کی نہ
 نہ لگاؤ زور ہو جتنا زیاں اس کو نہیں کوئی نہ کبھی بھی گم نہیں سکتی ہے یہ دیوار شدہ معنی کی نہ
 نہ مرزا کا یا مسلم نے یہ مجھ سے نہیں فرمایا نہ سنانے جاؤ خبریں تو ہمیں دو چار شدہ معنی کی نہ
 نہ صدقہ او گونجی جہاں میں دینے کا مجھ کو نہ رہی کچھ دن اور خواہ یہ رفتار شدہ معنی کی نہ
 نہ مختلف ہر طرف اب تو ترقی برقی حاصل معنی نہ اتر کر قی ہے دل پر کسے رفتار شدہ معنی کی نہ

از حضرت داغ دہوی

عمل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو نہ دو دن ہیں یہ مزاج ہے آگے کو غیر ہو نہ
 نہ مر جائیں دو نو قبر و نصب تو سیر ہو نہ تم ہو متار لھر ہو نہ ہم ہوں نہ ہمیر ہو نہ
 نہ کیا وصال کی کسی کی کہاں کا لطف نہ کچھ ہو نہ ہو بلکہ میر دل کی فیر ہو نہ
 نہ حق میں معجز و اوں کا میلہ پڑا نہ داغ نہ بن گھن کے آئیں وہ تو قیامت کی سیر ہو نہ

Prem Chaudhary

س
اپنی تر جانِ دل نگاہِ واپسین ہوتی

فرہست کو مستی کی اعزاز ہنسی ہوتی نہ نہ دھڑکانا غیروں کو جو اوسنے پی اہیں ہوتی
تو ستائش عیش پہلو میں کوئی صورتیں ہوتی نہ میں عرض نہ عاکرنا اودھرب پر میں ہوتی
ابھی تکرار ہوجاتی اگر اب بھی ہینچ ہوتی نہ نہ دامن آپ کا رہتا نہ میری آسیت ہوتی
دو تکی جسے مجنون نام رکھا تیس ماور نہ کوئی پیل نہ رفقا نام گریسی میں ہوتی
لہ اہوں میں اگر میں شاہ جی ہوتا تو کیا ہوتا نہ ہی دو گز نصف ہوتا ہی دو گز میں ہوتی
نہ ہوتا جو کا طالب وہ نہ نہ کچھو دنیا میں پیسہ جام جم ہوتا بخل میں ناز میں ہوتی
باری آہ سوزاں یوں لٹ دیتی زمانہ کو نہ زمیں کی جا ملک ہوتا ملک کی جا میں ہوتی
مختلف شعرتاہ آف

آب دل ہے اکالو دیکھئے لکس کو اپنی طرف نہ آئے نظر میں سیکڑوں دہرے سے
یہ گم میں جب سواری تری عید اگلن چری نہ رہائی ہر صی کی تری لطف گردن چری
ہو چکا کو کم فرزاں کا آئی گلشن میں بہار یہ کیا تری نقد ہر پھر زور غم گلشن چھو
سب بوجھانہ میں تیافق ہر دونوں یک نہ امید سے ہیں سنگ و خشت اور ایکسی دیوار
کوئی کہتا ہے ہستی کو نہ ہستی خوب ہے نہ او کی عظمت بہتالو موقت ہستی خوب ہے

(P. 100 Ch. 10)

از حضرت نظیر اکبر آبادی

یہ اتنی ہے جب ہوا شروعات اندھیری نہ کہتی ہے بوجائے کئے تیش سات اندھیری
 یہ دیتی ہے غریبوں کو مکافات اندھیری نہ دکھاتی ہے غریبوں کی بات اندھیری
 یہ ہر پیش کی کرتا رہے منایات اندھیری نہ کام کرتی ہے عاشق کے بہت ر اندھیری
 یہ جو سوت ہوئی رات اندھیری کس دھواں دھواں نہ عشق کے جواں نہ لکھ
 یہ درویش کے ہنس شو کیا غل کیا اب بار نہ اید میرا کس لہو لہو نہ دو جارتہ نہ پار
 یہ پیر لاتی ہے اس دھب کی مہات اندھیری نہ کام کرتی ہے عاشق کے بہت ر اندھیری
 یہ جب یاد دلاؤ دھڑکے کالہ سادہ مشالہ نہ لکھ لکھ نہ کئی کاندھے پہ سہنا
 یہ جاہل گئے اور دل کا بھی ارمان نہ کالہ نہ لکھ لکھ نہ لکھ لکھ نہ لکھ لکھ
 یہ کیا وصل کی رکھتی ہے کرات اندھیری نہ کام کرتی ہے عاشق کے بہت ر اندھیری
 یہ بوسہ لیا منہ موڑ الگ ہو رہے چپکے نہ چھاتی کس لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 یہ سہینہ کا وہ کھل توڑ الگ رہے چپکے نہ انمیا کا سر بچوڑ الگ ہو رہے چپکے
 یہ اس دھب کی تو رکھتی ہے عجیب گھات اندھیری نہ کام کرتی ہے عاشق کے بہت ر اندھیری
 یہ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ

نہ اتنے میں رقیب آگیا بوسہ نہ شہابی نہ گرجا نہ نی ہوتی تو بڑی ہوتی خرابی
 نہ ٹالے ہے سب آئی ہوئی آفات اندھیری نہ کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری
 نہ سوتے تھے جو ہم اوس میں سے غیر کے کھٹے نہ چھپ چھپ گئے درون و ہرینے پند کے
 نہ ہم جنتے رہے اوسے دھندلے دھندلے ہمارے نہ کتنا ہی ٹولا جو اوجا جلد ہوئے تو پاؤں
 نہ چورہی بھی رکھ سکتی ہے کیا بات اندھیری نہ کام آتی ہے عاشق کے بہت بندہ نہ
 نہ جس کو چم میں چاہا وہیں گرنے کے پیر نہ بیٹے ہیں اٹھے کہیں جدی ہیں دیری
 نہ اوس میں ہیں گل گئی گریں کی دھیر نہ حیرت تو نہ کہہ میری نہ میں کہہ جو تیری
 نہ کام میں سے رات ہے لگا ساتھ اندھیری نہ کام آتی ہے عاشق کے بہت نہ نہ نہ
 نہ عاشق سے کل رات عجب سیر کا کھٹکا نہ بوسوں کی مدارات کا سینوں کی لپٹ کا
 نہ آیا جو چھنڈ نہ تو بندہ وہیں سٹکا نہ وہ لگے میں کھاتا ہوا امیر تار با کھٹکا
 نہ رو کرتی ہے سب سر کی بدایات اندھیری نہ کام آتی ہے عاشق کے بہت نہ نہ نہ
 نہ تھی شب کو اندھیری تو عجب جس کی نظیر آہ نہ سویش و رطب سے تم کوں یا جسے گھرا
 نہ لکھے تھے ہمیں ڈنڈن نے اوس دم ہی بد قولہ نہ مل مل گئے تو مجھ نہ کیجا ہمیں واللہ
 نہ کیا عیش کی رکھتی ہے طلسمات اندھیری نہ کام آتی ہے عاشق کے بہت نہ نہ نہ

Ranchand

سکندر لاکشمن چنید صاحب نیا

بہ وقت ہے یہ ہی میرے ہاں سری والے آج بہ اب تو بیکڑی ہوئی بھارت کی ہاں ہے
 بہ مال کی فکر نہیں ہے تو بڑی بھارت کو بہ اب تو بیکڑی ہوئی بھارت کی ہاں ہے
 بہ دور پدی کی رکھی راج سبھانیں تو نے بہ آج بھارت کی بھارت کی بھارت کی ہاں ہے
 بہ ہاتھ اندھا لکڑی کو دوسرے والے بہ ہاتھ بھارت کے دھکی ہیں کا ہاں ہے آج
 بہ دور و افلاس ہاں ماٹا نے والے ہے اسکا دھکی دھکی ہاں دور دھکی آج
 بہ دیکھ کوئی نہ ہے ان کا کوئی نام نہیں بہ سٹو صیکی و شش نے سورج نے او جانے
 بہ ہر طرف پھیلی ہوئی آگ ہے پیچھنی کی بہ لیتا او پیش نے چھینٹو نے ہاں ہے

دیگر

آئے دیکھو تقدیر جو روح جفا ہونے لگا بہ کس طرح بدلہ و ناؤں کا ادا ہونے
 اب جلائی نے محض تم سے ہر سونے لگا بہ ظلم ابداریوں پر بھی روا ہونے
 ہے میرا منت ہم اب تو پا پگما ہن چھالیا بہ آؤ اب اوتا رو عار و ہمو کلجبت
 کہ اب نہیں آؤ گے تو سب آؤ گے پیار بہ جب نام ہی ملے جائے بکارت آؤ گے
 دلش کا کھدر ہے بڑھو یا مغل و کھواب سے بہ مات ہے اٹلی شہی اسکی آب و ہوا

۱۰

از لاکشن چند صاحب زبیا

ۛ میرا ہوتن سودیشی میرا ہون سودیشی ۛ چوٹی سے ہو چرن تک سارا بدن سودیشی
ۛ لہر بار ہو سودیشی ایشور کی گردیا ہو ۛ کشمیر کے کان تک ہو وطن سودیشی
ۛ دیسی و چار میرے بھارت سندھ ہار چکیا ۛ ہو شندھ اور منٹل میرا جلن سودیشی
ۛ ایسی سوئیچ کے سوہیری اُٹل ہوہتی ۛ بھارت کے واسطے ہو جیون دن سودیشی
ۛ پل چول ہو سودیشی بھارت کے گلستان کا بن بلبل بھی ہو سودیشی اور سوچن سودیشی
ۛ جب تک جیون سودیشی سنگار ہو بدن پر شہر جاؤں تو بھی ہو ورنہ کھن سودیشی

دیگر

ۛ آزادی خاطر اپنا تن دھن اٹھا دینگے ۛ ہم اپنے پیارے بھارت کو سوتنتر بھرنا دینگے
ۛ جی تو کی ہے قربانی حرف مال اور دولت کی ۛ ضرورت جب پڑے گی تو یہ جابن بھی لڑا دینگے
ۛ کھائی یہ زنجیریں جنہوں نے ہوش کو بکھرا ۛ ہم اون کو توڑنا تو کی ہے ٹکڑے ٹکڑے اور اڈینگے
ۛ آزادی کا سنیہ دیا جو آتما نے ہے ۛ اسے بھارت کے لوگوں میں پہنچ کر ہم سنا دینگے
ۛ فرسچے ہو دینی سہا رکھیں گے دیش کی لجا ۛ بدیشیوں میں ہم اپنے دیش کا ڈنگہ بھا دینگے
ۛ نرمل ورتن ہمارے ہم کو ایلن سورج لینا ہے ۛ جیت مارا تمک شکتی کا ہم سب کو دکھا دینگے

از لاکشن عین صاحب نیا

اور لالہ شمس قدس صاحب ریا
 اٹھوئے راکت میں سوئیو او تمہیں زمانہ قیامت ہے : تمہاری غفلت کے نوشی بھارت کا نام لکھا
 تمہیں تو بیچارہ ہی ہے کھنڈک ڈٹو یہ شملکی وادو پونگی : قبر ہے پر جاو دھنڈی اسی کے کوئی عالم بھلا ہے
 زمانہ چمپے انا تھیں لوہے مزاروں و دھوکہ گروہ میں نہ لالہ شمس قدس کا اوہی کو مرم کہ دوسروں کو ستا
 میں جن کی محنت سے آج شملکی یہ ہوا میں نصیب تم لوہے اوہیں ہی چھوڑو توں کو یہ آج ڈائیر بھلا ہے
 تمہارا کو وقت جو دم ہے کرو اوتھے غور ڈو پور : تمہارا فاطمہ عورتہ میں اوہیں کوئی ٹر شاہ
 سہرا شاہ ظفر

از حضرت نظیر صاحب اکبر آبادی

کیوں نہ ہو سبز زعفران کے برابر تر بوز : بکر تباہے خشک علیہ کے تئیں تر تر بوز
دل کی گری کو نکالے ہے یہ اکثر تر بوز : جعفر دیکھتے بہتر ہے بہتر تر بوز
اب تو باز ایں بکتے ہیں سرسار تر بوز

میٹھ اور گردہ ہیں اتنے کڈر نام لیتے : ہونٹ چپکے ہیں جدا دانت ہیں کر کر بجتے
شکوہ دوچار مدھاکر جو تراشے میں نے : کیا کہو نہیں کہ مٹائی میں وہ کیسے نکلے
کوئی اولاد ہوئی مٹھری کوئی شکر تر بوز

بھلے کل یار نے منگو یا جو دیکھ پیسہ : اوکے ٹانگے جو لگائے تو وہ کچا نکلا
یکم یہ تو سی لوجڑھا ہوئے غضب طیش میں آپ : کچھ نہ بن آیا تو پھر گھوڑے یہ کہنے لگا
کیوں بے لیا ہے اٹھا کر یہ مرا سر تر بوز

جب کہا میں نے بیاں یہ تو نہیں ہے لچا : اور کچا ہے تو میں پیٹ میں بیٹھا تو نہ تھا
سکے ستے ہی غضب ہو کے وہ لال انگارہ : لالٹی پائی جو نہ پائی تو پھر آخر جھینڈ
کچھ مارا میرے سینہ پہ اٹھا کر تر بوز

میں نے تم کو جہنم کرتے ہو لکڑی کھیرا : بوسنا سر گھڑی ہر آن کا ہوتا ہے برا
کوئی بڑا گناہ مینے کار میںوں کے نرانا : چھوڑ دے دیکھو کہ کیا تیرا

کیا میرے سر کو تیا تم نے مقرر تر بوڑ

پیارے میرے وہ تر بوڑ بھی شکو اتا تھا کیا اوسکا کا مجھے ٹوپی کی طرح ہے ہنہ
اور یہ کہتا ہے کہ پھینکا تو چھکا تو لگا اڑا کیا کہوں یا دیر اوس تر بوڑ کے ڈر کا مارا
وہ وہ دن کہ مجھے پھینکا ہوں سر پر تر بوڑ

ایک بید و ستمگر ہے وہ کافر خونخوار نہ قتل کرتا ہے عزیزوں کے تیشیں لیں و نہا
کل مر اوس کی مٹی میں جو ہوا آگ کے لہار ہے اس طرح سر کے شہیدوں کا پیر اوقاف بنا
جیسے بازار میں تر بوڑ کے اوپر تر بوڑ

اب تو اوس شمع کا تر بوڑ ہی لوٹے ہے نزا نہ وہ تو کٹھا ہے ویرا ہر گز ہے کٹھا
رونا کٹھن لکھنویں مجھے آوے بھلا نہ پھانک بھجوں کے بھی ہے وہ وہ ہنر
تب لپٹ جاتا ہے کیا پیار سے ہر تر بوڑ

غزل

دیکھتے ہیں سے میں نے تیرا حال بھریوں نہ رہتا ہوں تب سے دل میں تیرا خیال بھریا
دلالت ہے یہ میرا تجھ کے سوال بھریوں نہ اب درد و غم کے آؤ مجھ کو سنبھل بھریا
تیری شران بھرا ہوں کہ تو نہال بھریوں نہ اسی ہیرت ہال و لوت مدست کمال بھریا

کیا خبر تھی انقلابِ آسمان ہو جائیگا : یار کا منہ نصیبِ دشمنان ہو جائیگا
 لے تو لوں سوتے میں بوسہ پر تجھے یہ خوف ہے : ایسے نازک تن کے گالوں پر نشاں ہو جائیگا
 جی میں آتی ہے لگا دوں آگ کو وہ لوہہ کو : یہ میرا خیال آتا ہے موتے بے وطن ہو جائیگا
 دل کے ڈھیلے پر موزہ مارو قبر پر میری صنم : خاک چین چین کر میرا سیلا لفن ہو جائیگا
 دیگر

یہ وقت کے سوا کچھ تمہیں منظور بھی ہے : کچھ مروت بھی ہے جھوٹ کی بھی ہے چیل دو بھی ہے
 بعض عاشق کی ترس دیکھ کے کہتے ہیں طیب : بدکھ بھی ہے دو بھی ہے سینہ میں ماسور بھی ہے
 یہ کاہن ہے گلے آج تو لے لے ظالم : بد رسم دنیا بھی ہے مروج بھی ہے دستور بھی ہے
 یہ مائی نہ کرو آج رہو مرے گھر : یہ شب نہ میری بھی ہے بادل بھی ہے گود دہری ہے
 شاہِ ظفر

عشق میں بازی اگر چو پٹ کی دیر کھیلنے : یہ نزد دل ہم بھی بٹھاتے اور دل پر سلجھاتے
 ہو کہ فضلِ اشک کو آنکھوں میں رکھوں روک کر : یہ نکل جاتے ہیں لڑکے گھسے باجر کھیتے
 شیخ چہ گدوں بھڑکرم جو اب کرتے مہبات : ہا شیخ ستہ دہیں کھتا رہے اب بھر چہرہ کھیتے
 ہر لڑکھائی خالی روم پر بال زلفوں کے ہنس : ہنس سے اپنے نہیں یہ مائے لہر کھار کھیتے

حضرت نظیر آبادی

۲۵

پہلی کوئی رکھ کر دیکھ کر کوئی پہنا لے یہ نہیں گئے میں ڈالے منت کوئی بلھا
 موٹے ہوں یا کہ دے گئے اور رے ہوں یا کہ دے کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھولے جھان
 دل میں کسی کے سر پر نہ شرم نے حیا ہے نہ آگیا کئی اہل نہ ہے چھپا کئی اہل نہ ہے
 پتے پیرے تو کھائے سہے شے جیسے تو کیا ہے شے ہی وہ وہ ہے اگر کوئی واوے
 کچھ کھائے اس طرح سے کچھ اوسط سے دے دے کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھولے جھان
 مر جائے کوئی تو بھی کچھ اون کا نم نہ کرنا نہ جانے کچھ بگڑنا نہ جانے کچھ سنو
 اون کی ہلکے گھر میں ہر قید پال کھانا جس بات پر ہے مجھے ہے وہی کر اندر
 ماں اور بیوی کو باپ بگڑائی کو بیچ والے کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھولے جھان
 جو کوئی چھ دیوے نہ ہاٹھوٹے ہیں بگڑا بیرونی گاہر سب منہ میں کھوٹتے ہیں
 باوا کی بچھ ماں کی چوٹی کھسوٹتے ہیں بگڑوں میں اٹ رہے ہیں فالوں میں لوٹتے ہیں
 کچھ مل گیا تو پی لے کچھ بن گیا تو کھائے کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھولے جھان
 جو ہیں کہ دو سو کھائیں بیٹھا ہو یا سوتا ہے باوا بے بہتر جب بل گیا سوتا
 جس جا پہ نیند کی بھواں ہے اون کو سوتا ہے بڑا نہ کچھ دیکھ کی نے جا پہنچے جھان

بعد نہ کوئی بھائے پھر کوئی بھارے نہ کیا عیش بوٹے ہیں محسوم بھولے بھائے
 یہ باتیں کا یا رو عالم عجب بنا ہے نہ یہ عمر وہ ہے اس میں جو ہے سو بادشاہ ہے
 ورنہ اگرچہ پوچھو تو بادشاہ بھی کیا ہے نہ اب تو نظیرِ پیری سب کو بھی دما ہے
 نہ جسے جس سبھوں کے اس و مراد والے نہ کیا عیش بوٹے ہیں محسوم بھولے بھائے
 دیگر

قشش یاں جس کے میاں ہاتھ لگا پیہ کا نہ اونسنے تیار ہر ایک ٹھانڈا کیا پیہ کا
 گھر ہی پاکیزہ عمارت سے بنا پیہ کا نہ کھانا آرام سے کھانے لالہ پیہ کا
 ایسی خوبی ہے جہاں آیا ہوا پیہ کا

بیٹھا پیہ کا اسے دوستو آکر بیٹھ کر نہ عشرتیں پاس ٹھوس دور ہوٹے سن کے روں
 شے جب مال پے دودھ دہی ہو بھی بگول نہ دل کو آئے ہوئے بھگائے روگ اور روگ
 کچھ ان ہی میں زیب فرما پیہ کا

ساتھ اس دھند کے اک دن جو میں گلشن میں گیا نہ وال کے سرو میں ولادہ گل کو دیکھا ہے
 کچھ اوتی سے کہ یہ بے بارغ تھا تو کس کا نہ اس نے تب گل کی طرح منس دیا اور مجھ سے کہا
 ہر باں مجھ سے یہ تم پوچھو تو کیا پیہ کا

وہاں کوئی کیا لیے ایک درمغ بھرا : لال دستار وہ پہن بھی سرائوں طوطی
اوس میں اک بیٹھی وہ سینا کہہ اہل کلام میں نے پوچھا وہ تمہارا ہے رہا وہ چپکا
نقل منقار سے مینا کے صدا ۔ پیسہ کا

میں سے نظر تو سکاں اک نظر آیا ایسا : درو دیار سے چکے تھا سیرا آب طلا
سیم چونے کی جگہ اوس کے تھا انیسو کوئی لگا : واہ واہ کہہ گئے ہا مینے : بگو ما کس کا
مغل نے جب مجھے چیکے بھ کہا ۔ پیسہ کا

اوچکا عاشق سے جو مشتوق کوئی بٹ کا بھرا : اور وہ منت سے لسی پور نہیں ہے نہ
خوبیاں پیسہ کی اسے یا : کہوں میں کیا کیا : دل کو سنگ سے بھی اوس کا زیادہ تھا کر
نوم سا ہو گیا جب نام سنا ۔ پیسہ کا

وہم میں نام کے بارو جو میرا دل ہے اسیر : اس لئے ہوتی ہے یہ میری زباں سے تقریر
جی بھی خوش رہتا ہے اور دل بھی بہت عیش پذیر : بقدر ہو سکا میں نے کیا تم میرا نظیر
مرتبہ آج زمانہ میں جو تھا ۔ پیسہ کا

Pranada

از حضرت نقیر صاحب اکبر آبادی

کل بلیس جنووس قابوس اپنے آئیں : اوان میں سے دو پکڑ کے کشتی میں دھوڑا آئیں
 یہ شور سن کے خلقت دوڑ آئی دھیں تپیں : کوئی بھلا ماہ حضرت کوئی بولہ داہ سائیں
 سوسو ج کی دھو میں اک دم میں کر دکھیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلیس لڑائیں
 دو میں تو دونو کٹ کٹ لڑتی تھیں کر کے لڑا : جب تیسری کو چھوڑا سچر تو ہوا نگہ آ
 لفت یہ آ کے ٹوٹی چھوڑا اپنا اپنا : اڑا کر کی کسی کی پس ٹوٹا کسی کا تہا
 سوسو ج کی دھو میں اک دم میں کر دکھائیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —
 قیں تین کشتی میں یہ جو تکی کو کون میں چھوڑا : اوان سے تو خم بھا کر تینوں کو دھوڑا چھوڑا
 پھر تو یہ ٹھیک آ کر ان کشتیوں کا کوڑا : چھوڑا کسی کا تکی بھاگ گیا کھوٹا
 سوسو ج کی دھو میں اک دم میں کر دکھائیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —
 کی کھوڑی جو ماری پڑھ ہم نے برفسوں کی : کشتی میں گھبڑی بند کشتی اوان چاروں بلبونکی
 جس کے چچین اونکی لڑتی تھی غرغروں کی : نہ سب بولے واہ حضرت اچھی یہ پڑھ کے بھجی
 سوسو ج کی دھو میں اک دم میں کر دکھائیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —
 اس سے وہ چچین لوں کی جڑیاں جو چچن آئیں : پکڑے پکارے نمایاں چھپیں بھی چھپیں
 یہ شور سن کے خلقت دوڑ آئی دھیں تپیں : کوئی بھلا ماہ حضرت کوئی بولہ داہ سائیں

سو سو طرح کی دھوپیں اک دم میں کر دکھائیں پاس ڈھب سے ہم نے یارو مل بلبلیں روکیں
 چھلنے مورساریں اور پھیرا کر گھمکھم ہنس کر ہار چھوڑ دیا ہے اور پھیر پھڑائے اتو
 کرتے تھی بھونکے مکتوں کے لیدر لپکار سے ہوئے یہ بھڑوٹے چال سے بھی رنگے لڑی دھوپ
 سو سو طرح کی دھوپیں اک دم میں کر دکھائیں یہ اس ڈھب سے ہم نے یارو : —
 جب لے چلے وہاں سے ہم بلبلوں نکالتے کہ یہ سب گورنٹے ہوئے اس دم دھوپیں
 سب میں بیان نظیر ان کم سو بڑے قلعہ رہنے یہ لھیں آ رہے ہیں اب ختم ہے ہمیں
 سو سو طرح کی دھوپیں اک دم میں کر دکھائیں یہ اس ڈھب سے ہم نے یارو : —

مختلف اشعار

پاس جو کچھ تھا وہ بھی کھو بیٹھے : اچھے خاصے فقیر ہو بیٹھے :

کس نے پرسہ کہ بھیا کون ہو : یاد ہو یاد ہو یاد ہو یاد ہو : یاد ہو یاد ہو

دیوانی نے لکھا ہے دیوانہ قحط سالی میں : جوئے نے ہے ستا دلدہ بھی کراؤنگے سالی :
 کہیں ہے گنجھ ٹپا کہیں ٹوڑی پھرتی ہے : کیوں نہتا کوئی روتا ہے اس عہد دیوانی میں
 بھکریو سہ بازی کل جیڑے ہم نا پر اور پر : اوچک کے لیا بوسہ سہارا دیکر کندھوں سے
 مانجے کیوں مگر سہارا عشق اوس گھروے اوقتہ : نہیں ملتی بھی فرصت کچھ روزی کے دھارے

نشاہ ظفر

جہاں آپ ہم نے ضبط کر کے آو سوزاں کو بن جگر کو سید کو پہلو کو دل کو جسم کو جاں کو بن
 یس کی تنہائی میں نونس ہم سمجھتے ہیں نا اُم کو پاس کو حسرت کو بیتابی کو حرماں کو بن
 کس کس کو دعویٰ دل میں ترسناں کو قاتل بن لٹاری کو چھری کو ہانک کو خنجر کو پیاں کو بن
 نہ موجب تو ہی اے ساقی بھلا کھڑ لیا نہ کر کوئی نہ ہوا کو ابر کو گل کو چمن کو مہن لبستاں کو بن
 بہ دونوں نے نیس کر دیا ہے آپ عالم میں ناگو کو دل کو باقوت کو ہیرے کو مرجاں کو بن
 لیا ازلہ خالق نے لب انسان کو بہتر نہ ملک کو دیو کو جن کو پیری کو حور غلمان کو بن
 دیگر

وہ جاں دین و ایمان ہیں جو سولیا منم لیبو نہ کرو لگا عذر دینے میں نہ میں مجھے قسم لیبو
 ملا منہ کہاں ہیں لبتا بوسہ بے رمانی کہیں جب تک نہ وہ منہ لے کہ ان راضی ہیں ہم لیبو
 م آئے ہیں گری میں لٹکر دل سے اُٹھو یہ کوئی دم نخل مرگیاں کے ذرا سایہ میں دم لیبو
 ی ہے حضرت دل عشق کے بازاریں سودا بہ آگینے ہوا اپنے واسطے تم ہوں غم لیبو
 میں نے عاشقی نہیں سے لینا دل کا کیا کل نہ کہ تم دباز ہو جو وقت جا سہو یکے دم لیبو
 میں بہ اعتبار اہل کا وہ کہہ کر ہیں مگر جاتے نہ خوشی دے ہاتھوں کے گھر تم یکے دم لیبو

از شاہ قاضی

اشفاق پر وہ نہیں پردہ میں اٹھا دولہا : پیش سے دل کی ابھی عمر شمس تک ہر دوں کا
 نہ تو مشق کامیکش اگر خبر نہ ہوئی : کہ ایک جام میں دونوں جہاں ہر دوں کا
 کہ ہے مجھ سے وہ قاتل کہ میرے گھر میں : نہ کہ جو تو نے قدم سترے لڑا دوں کا
 اگر تو آدھ لکھا تو جانتے فرشتے پا انداز : میں نہیں آنکھیں سر سے زبرد باہجہاں کا
 دم فرام وہ بولہ کہ ایک ٹھوس : ہزار فتنہ خواہدہ کو ہکا دولہا
 جو بوجھ میں نے لب زخم تو لکھا کیا : کہ کہا کہ غمخیز تامل نہ میں دوں کا
 نہ بچھ مجھ سے تو یوں نہ عقیقت حال : اگر کوں لگا ابھی تجھ کو ہوا دوں کا

دیگر

ران بھر کچھ کو حکم یار نے سونے نہ یا : صبح کو خوف شب یار نے سونے نہ یا
 شمع کیلچر بجے ران کی ٹی سوں ہر : چین کے یاد تو یار نے سونے نہ
 یوں کرا ہا تیرا بیمار ام درد کے ساتھ : کسی ہمایہ کو یار نے سونے نہ
 میں وہ مجنوں ہوں کہ وہ زندانیں لکھا کو : میرا زنجیر کی جھلکا رنے سونے نہ
 یاس و غم رنج و قہر میرے ہوئے دشمن جان : بول تو غیب نہیں پہنچنے سونے نہ

ارشدہ فقر

ہمارے آنسوؤں کا آب ہے قیاس خوشیوں کا یہ نزدیک ہم نے پر خوشی ایسا اپنے خوشیوں کا
 ستم ہے میں ہوں میں و میں مینا کا جوں حل یہ کہ اب میں خفا ہے یہ کہ اب میں خفا ہے
 صاب رتنا اس پر جاتا ہے یوں کہ کم کی مستی میں اپنی چوٹ دینا کیا ہے اپنے کو میں در
 چھپے یہ کشت و فوٹا کیوں کہ ہے خون شہر میں کہ روں و نورات کہ تو قال روپو میں
 لب لعلیں سے تیرے کام کیا خاں شہر کا میں کو نہ کہ دیکھا کہ اس کے شہر کا تو میں میں دیا
 دیگر

بہید دل کا گریہ اسے اسی چشم غم کھلے بیٹا یہ وہ جو ہے پوشیدہ اپنا حال غم کھلے
 بولتے جو ہم میں منہ کے کچھ کہ میں بھی ہے : بون الہا میں ہمارے کھلے
 محقق کا دل ہے ہمارا غم دل تو میں : جو یہ ہے اسے ہی سب صبیح کھلے
 کھولتے جو کہ سو دلی کا تیرے سر پر : یہ کہ سر پر سر کر کے کھلے
 گھر فریہ شوق میں اپنے تو میں کھلے : یہ کہ سر پر سر کر کے کھلے
 کتنے ہمارے کھلے : یہ کہ سر پر سر کر کے کھلے
 اوں کے کہنے میں ہے جاہت ہے جاہت : یہ کہ سر پر سر کر کے کھلے

نشاہ ظفر

بہ جانب کو جیسے تو نے بھایا ہوگا : کوئی اور اکس کو سنوایا نہ بھایا ہوگا
تک جسکو رسی تری ہوئی ہو گئی : ہنگامہ درجہم کے آنکھوں سے لگایا ہوگا
رویتیم جو تہلتے ہونصیب اعدا : درود دل آپ کو عاشق نے سنایا ہوگا
دیکھا وہ حرص و ہوس کو نہ کبھی دیکھ گیا : دلیں جس شخص کے تو آپ سمایا ہوگا
سپے قتل نہیں میرے وہ تال ایل پاتینا ہوو جو کہنیا تو گویا ہو گئی
بیخا تو نہیں ہوتے ہیں ظفر وہ پرہیز : زلف کو ہاتھ لہیں تو نے لہایا ہوگا
دیگر

فدا نے جبکہ جالی تیاں بنایا تھا : مرثہ کو تیر سبھوں کو گماں بنایا تھا
بھوروزن سینہ کو خدا جرح : ہاندھیرے لہکا اسے تاباں بنایا تھا
یہ سیر و ملت میں کونسا گلو : مہارے غنیہ گل عطراں بنایا تھا
یہ نہ ہمیں ہستی کے ایک دم فرصت : ہنسیاں واریت یہ دھل بنایا تھا

غزل اک اور قوافی بدلے پر لکھے

اس لئے تو ہمیں خوش زبان بنایا تھا

G r a m m a r

از شاہ ظفر

تیرے جس کے سب سے گدڑ جا لیا ہے اب ملک لکڑی ہر دل میں گدڑ جا لیا
 وہ مقام ہمیشہ دیکھے ہیں جیسے ہی بے کون جہاں ہے اگر ملک لکڑی گدڑ جا لیا
 تیرا لہجہ وہ ملت ہے کہ جو آئیناں بے شک خوں کے اپنے دل میں بکھیر جا لیا
 امتحانِ عشق محبت کا نہ پروا کی تھیں گے درخشاں کہ غیث اس قدر گدڑ جا لیا
 کس لیا دراز تبسم باغیں آواز دیکھ غنچے کا سونگہ سے بھر کر جا لیا
 ہے زیادہ دہم دم بہر محبت اور ہوا نہ پا کر کیوں کر دیکھیں یہ دل اور تر جا لیا
 جذبہ دل پہنچ ہی دے گا اس خود کام کو نہ کام اپنا کہ نہ یہ اس ظفر جا لیا

دلیک

مارے اوستے جو ملتا رہی ہوں میں لینے نہ تھے صبا نے لہلہ کرتے تھے میں
 دل نے یوں جو نہ کہنے تھے کہیں رنج و اطمینان اسے تھک وہ سب آدھرنے میں لینے
 سنگ ل ل ل ل کشیدہ ہو مگر عاشق زار نہ کشش دل سے او ایسی نفیس لینے
 لیچوں ایک میں تھوڑے تری وہ تصویر بکھ مسمومہ کوئی باہر بس میں لینے
 از قلم لکھی ہے دل لہری کیسی جانب بتا ادا کر کے وہ ملت کہ یہ کہیں لکھی

۴

از شاہ ظفر

مکہ رسولی عام مری طبع سدر سے بنا عجب کیا خاک جائے آب بر سب آسمان پر سے
 اُمتور ہے جو آنکھوں میں سیلے در و دراز نہ تو آنسو آبداری میں ہنس کم اپنے گوہر سے
 بھی ہرگز نہ دل کی آگ بلکہ اور بھی بھڑکی بنا ہائی ہم نے گور و رونے دریا دیدہ تر سے
 نہ اس میں کچھ قصور اولکھا نہ کچھ نصیر تیری نہ خواجہ عشق میں ایدل سروہ اپنے مقدس سے
 ہم اشک جگر گون جسم میں ہم بھر کے پیتے ہیں نہ نہ مطلب باؤہ گللوں سے ہم کو دس خوب سے
 تیری جنبشِ مژگاں تجھے بس وقت یاد کی بنا ہزاروں چپکے دل میں دیر کیا نشہ سے
 قاتل کیوں ہو ہم اوکا سنگل سے دیکھو لٹا بنا سہرا نا اذ ظفر اچھا ہنس شیش کو تیر سے

دیگر

ہم نہ اولاد آدم سے ہوتے بنا تو کیوں مضطرب اس قدر غم سے ہوتے
 علم نے اگر عشق میں ضبط کر دیا تو دریا روان جسم میر غم سے ہوتے
 رقصاکیوں ہیں وہ زہار گللوں بنا کہ جوں گل ہیں آلودہ شبنم سے ہوتے
 وہ پریم نہ یوں ہم سے دنا اگر کم بنا نہ گستاخ اوکا زلف نہ میر غم سے ہوتے
 تو بخشت ہے وہ اپنے کلم سے بنا کہ نہ سینکڑوں روزیں ہم سے ہوتے

از شاہ تفر

تو اسامی کہ ہے وقت تحریرے قلب نکلے ایسا نہیں لکھتا ہوا لکھتا ہی رہا ہے لکھتا لکھتا
 سحر کریم پر دیکھے اکون برسے مدد کا نہ وہیں ہو چرخ کچھ فتاد کا ہر ہر نہیں لکھتا لکھتا
 توست لکھتا ہو اب تجھ کو لکھتا لکھتا کہ میرے سید سوزاں ہوا ہی لکھتا دین لکھتا
 بعض عشق کی تیرے بیان کیا کیجئے ہاں کہ اس پتھر گیشیں آنکھیں جو ایک سر پہ لکھتا
 چہ ہی رست کو چوں سے ہم پہنچا گئے میرا یہ چرخ ماہ کو درویش کو چرخ لکھتا
 دیکھ

رہے تریوں نہ اشکوں سے جہاں کی عظیم نثر لکھتا کہ فسخانہ رہے ہے اب سے اوکو
 دیکھ

بہل مر قافیہ لکھتا تو تفر اگر رسم وہ ملحق نہ کہ جسے روبرو اب شعور ہو اور کا لکھتا
 دیکھ

نہ کیوں کہ چشم کو میری کمرے اب اشک تر لکھتا ایک وہ آکر رہ گیا چاہے ہے خوب لکھتا
 صبا شبنم کو رونے سے زیادہ دیر است کرتا جاوے ہی چل بلبل کا ہے تو تر لکھتا
 تو کس شعلہ رونے تیرے نام کے ہر سے چلا آتا ہے دم بھرا ہو جو نام لکھتا
 ۲۰۰

از شاہ قفر

خونِ دلِ بے گھر میں جب گھر گدلی ہو گیا نہ پھر تو وہ مالِ سفید کرتے گدلی ہو گیا ۔
 برسِ دامن سے جو پتھروں شہیدِ ناز کا نہ خوب لہرا دامنِ محشر گدلی ہو گیا ۔
 بزمِ میں دیکھی گدلی تو نے کسی چشمِ بہت : باقیہ پیشی کیوں بھر کر گدلی ہو گیا ۔
 باہین لو کئے گلِ عارض کے جسمِ خون سے رات : باقی جھکروٹ او دھر بستر گدلی ہو گیا ۔
 ہو چکی گری گدلی باوٹہ گدلیوں سے بھرچ اب تو جاڑا سے پری پیکر گدلی ہو گیا ۔
 وہ گدلی آنکھ جو یاد دہی وقت کی گدلی : پھر تو میرے حق میں ہر سحر گدلی ہو گیا ۔
 ن کا دھڑلے کیا جو اوس گدلی پوٹنے : نہ صاف رنگ کا نہ محض گدلی ہو گیا ۔
 ہر شہر و شہر اوس کی شوخی ہر شہر : نہ گدلی باغیں نہ گدلی ہو گیا ۔

دیگر

وہ اوس زلف کے کوچے میں گر جانا بھی ہو ورنہ بہت مت ٹھیرنا شب و اں سے پھر نہ بھی ہو گیا
 بلِ برفوں سے کیونکہ چشم میں ہم ذوں نہ بھراویں : جو شیشہ ہو مائے سہی تو پیمانہ بھی ہو گیا
 رات پانچوں بڑا میں بسترِ غم پر یہ کہ کہ کہ نہ خداوند کبھی اوس کا یہاں آتا بھی ہو گیا
 آخر اوس سے جدا ہو یہ نہیں ہے ممکن ای یارو ! جہاں ہو گی وہ شمعِ بزمِ پروانگی ہو گیا

نہایت تھک

ہاں میرا دل سمجھا ہوا ہے یا کہ میں نے جی یہ لیا تھا کہ اب اس طرح سے سو جاؤں گی یہ
چشمِ بلی دیکھ جبکہ اس عیدت شوخی نہ ہو کہ کل میں تیرے سے بے باک بنے بیچ
حلیہ آتے نظر کرو اب میں بھی ہے یہ لوی دکانی دیتے ہیں جس سے تم کو کچھ
یاں تک صحرانوردی میں نے کی ہے تو میں نے ہنس کلیہ دیکھو کہ کانٹے پر سجاؤں گی بیچ
آپ کا جوئی سے جانا اگل گیت یہ کفر ہے بیچ میرا جوہر تھا اور اس کو داد کی بیچ
دیگر

قل صبر جو کل تو نے اٹھا کر بیٹھا ہے میں نے جانا دل صد بارہ کو دہرہ بیٹھا
اوس سنگ نے مجھے ٹکڑے جو کر لیا ہے تو کہیں پاؤں نہیں جہاں اس سرور ہے
چھوڑا ہوا نے مجھ کو تو عجب حال کیا ہے پھٹے پیر نوچ کے اور توڑ کے شہر بیٹھا
کیا کہوں کیسے وہ لہرائے سے بیٹھے بیٹھے میں نے شب کو میں جو اپنے کوئی لکھ
خج سے یہ میرے وہ جو بہت کچھ یا تو یہی قتل سے اور ہاتھ سے فجر بیٹھا
دل کو بن جائے وہ چہ نہیں آئینا ہے اسے ظفر چل کے اسے یہ رکے تو گھر چھپ آ

G. S. Chand

از شاہ غفر

میں تری چشم کا عاشق ہوں تیری کویری پوسٹ نہ رس و شاخِ گلِ بادام نہ بھیج
 مہر کہیو کہ مشتاق لقا ہوں تیرا نہ تجھ کو دلتا ہے تو مل نام نہ وہ پیغام نہ بھیج
 ہر دم میں کتنوں کے منہ لال انہی کو دلتا ہے پان غیر میں کو میرے آگے گلِ اندام نہ بھیج
 کہیو تا حد کہ لہجائے کسیر یہ رازِ خیر مکتوب تو لکھ لکھ کے مر نام نہ بھیج
 ظفر آبرو اپنی جو تھپے ہے منظور یہ قاصدِ اشک کو لہجوں ذرا کلام نہ بھیج

دیکھ

بے لعلِ ہلاکے ساقی کلفِ نام نہس پڑا : پیشینے تھمتے لئے اور جام نہس پڑا
 غمِ کائنات ہے کیا تبسم نہ لگے سیرِ پگمٹن میں گروہ شوخ گلِ اندام نہس پڑا
 نہاں کی تاب دیکھ کر ہرے ٹوٹے گل : وہ وجہیں جو شب کو لبِ جام نہس پڑا
 تنہا غمِ دل نہ فتنہ نہایت ہی باغ میں : پیر کچھ دیا صبا نے جو پیغام نہس پڑا
 میرا اب آج تیغ سے سو کر بزمِ گل : ہر یاب زخمِ عاشقِ نام نہس پڑا
 انہی کے وقتِ فکیر نہ بھلی بھلی : کیا کجا بونے پر میرے گروہِ دل نام نہس پڑا
 عیادتِ یاد آتی اوس کو کس ظفر : دکھ یہ کہیو جو سن کے ہر نام نہس پڑا

Per chand

از شاہ تفر

چھپا تو نے ہے نس کا کوڑا کاغذ کاغذ نہ دھرتوں نے جو پٹ کی ڈال میں کاغذ
کسی کو لکھتے تھے خط وہ پٹ پر بیٹھے یہ مجھے جو دیکھا اچھا یہ نور میں کاغذ
جسے ہے جو در معنون سوز دل پر نور نہ کہتے تھے پٹ پر ہے اب جھڑکا
اگر ہے قیس کو منظور شہزادوں : تو لکھ کر انہوں سے مرید جھڑکا
صلی علیہ وسلم ہے تا حد جو غیموں : حسنہ بے کھوڑا : پھر ان میں ماستو
الہی خیر سو کہنے الیہ ہے واں تا حد : قبول ہے اس مار دھڑکا کاغذ
رسی جو خط و کتابت کی پھر اس طرف بہت سیہ ہوئے اس طرح جھڑکا کاغذ
دیکھ

جسے سمجھا تو لکھ کاغذ کو دروازے پٹ لکھا : کاغذ وہ مر کو کسے در پر تر پٹ لکھا
میں میں شمع بنل کے سے تم نے لکھی ہو سے : نہ بدھا جو معین انہوں میں تر کھل لکھا
نہ کر دیا کشتوں سے ساقیا اتنی تک طرف : وہاں شیشہ سے اور مجھے در مار دھڑکا
طرف دل بلیا کہ کو ملی میں لکھا پڑوش کی : نہ دکر اب تک تو وہ فرشتہ علی : پٹ لکھا

Chander

از شاہ ظفر دہلوی

آنکھیں تری نشے میں رہا ہوں بھیجا ہر سرخ : جیسے شرابِ سرخ میں ہووے جب سرخ
 وہ بھی ہے زیرِ لیسو کمر پر چنابِ سرخ : نہ یا شام کو شفق سے ہوا آفتابِ سرخ
 یوں کہ سوت پک نے بھلا دیا جگر : ہو جیسے عین کے تیغ کے رو پر تبابِ سرخ
 ظاہر ہے یوں گلوں سے تر یکہ پانی : جوں شیشہ بلور میں تھپکے شرابِ سرخ
 رنگت ہے جودہ اس کا سب زارک کی حمد کو نہ دیکھا نہ تم نے : ایسے رنگ کا گلابِ سرخ
 سب غضب کیا ہے کہ غصے سے اڑاؤ : ہے آج یوں جو رو کر تیرا پُرتابِ سرخ

دیگر

خواب میں پہنچے تھے جس کو پہچے میں ہنسی : پھر نہ بولے کے رستے کو نہ پایا تم نے بیدار نہ چو
 دلِ ناواں نہ قرارِ محبت تو نہ ہو : چھوٹا ہوا یا مشکل اس کا نہ قرار اسے چو
 دل تجھے دینا کہا تو قول سے تم لبِ پیر : تو بھی دل لیکو نہ اپنی عیدِ ولادت سے پر
 سر پہ اول تو اوٹھایا تم نے اپنے بارِ عشق : اوٹھ سکا لیکن نہ سر پہی اس گدراں باری سے چو
 کمر ہر زعم جگر دینے تھلا ہے کہ لوں : نہ اوس لبِ شمشیر کے بو سے مزہ دار سے چو
 نہ اوٹھانے میں اوٹھائے اوس کے لاکھوں ہستم : تو بیکر تم نے ظفر اس کا نہ بیداری سے چو

— — — — —

از شاہ ظفر دہلوی

بھا جو خونِ گلِ عشق میں شہرب کے مول : بگڑک میں بختِ جگر بگڑے لبابِ مول
عرقِ کا قطرہ تر سے رخ سے اشکِ تار روئے جو بماند آئے تو یوں نیشہ ملا بکھول
سوا کے ٹھوڑے پہ وہ شہسوار کیا ہے آج : کہ ماہِ نو کو لیت ہیں رکاب کے مول
عجب ہے شہرِ محبت کا جو ہر دمے بازار : نہ بکے اشک کا قطرہ دُرِ خوش آبِ مول
ظفر وہ نہ مے کتا بی سہ : محفِ عشاق نہ کسی کتا ب کا لیا آئے اس کا لکھ لکھوں

غزل دیکھ حضرت ظہیر ابراہیمی

دیکھ کر کرتی گھٹیں سبز و صافی آپ کی : دھن کے بھی لیت نے اب تانہاں تپ کی
مگر تو کیا ہیں دلِ فرشتہ کا بھی کافر ہیں : پدمِ حُفد کے کھلے پھیرا لپیا چھپائی آپ کی
اُپر سے دو سو برس کے مرقہ پہچاں میں آیا : جسکے لہ پر دو لہڑی ہو مہرانی آپ کی
آبِ لپک کتنی کی ہم سے بھی تو کمر دیکھو دریا : ہاں جھل ہم بھی جا نہیں پہچانی آپ کی
دیکھو کہ ماویہاںِ سلامتی سے رگھو : نہ وہ نہ کو سبھی ہمیں یہ سرور دانی آپ کی
ایک شب آجانی جاں لہو میں بسترِ سجائیے : حالِ ہر بندے کے سوجی مہرانی آپ کی
کیا ہمیں لگتی ہے پیاری جب وہ ہمتی نے ظہیر : ہے میانِ کچھ اندونِ ماہرانی آپ کی

Or see

از شہ قافہ ہوی

بدن کا صبر و سہر پہ پہنچا تو ہم نہ وہاں ہو چکے اس تو کہ یہاں ہمیشہ کا موسم
 ہر گز گل نہیں ہوتی شگفتگی دل کو نہ نہ سطح کا آب و تاب اسے صبر و سہم
 گھٹا نہ دل کو میرے جانے پلا ساقی نہ سواست اور یہ برسات کا ہے کیا موسم
 جو کہ سرخ پہ چہرے کا رنگ زرد سے بہتار ہے عشقی میں یہاں ہے ایکسا موسم
 بدل کے قاضی بلکہ دوسری غزل ہی تھو نہ جہر یا غم بھیج مانوسے سدا موسم

دیگر

یہ کہہ سے اسے صبا اولیٰ سے کہ یاں آئے ہو کیا ہو چن میں مہم ملک سیر فرماؤ ہوا لہو
 بچے دور سے کہ لڑی میں دل نازک نہ گھرائے نہ ذرا دیوان کے پر عوں کو اٹھو اور سو آئے
 نسیم اس یاد سے کہ تم بیٹے ہو کیا لڑی میں؟ ملتان میں ذرا تشریف تم کو ہوا لہو
 کیا برسہ طلب جسم تو وہاں چھو کہ یہ بولے نہ ہمیں بکونم یاں لے جاؤ ہوا لہو
 یہ ہے مقام لڑی بے حجابانہ ذرا بیٹھو نہ تباہے کھولو بند اب نہ شرمناؤ ہوا لہو
 جو اس کے گال کو چھوڑا تو گالی دیکے یوں بولا یہ پولیس اسے نفرت گالیاں لے لے ہوا

Per Chaudhary

DATE 14/11/2017

از فاء ظفر و موی

لو سب جو لیام نہ سے بھڑانہ چٹاق سے : تھے چپ حیا سے بول ادھے وہ طاق سے
 بچتا ہے لب و سحر اوس مار زلف کا : تیرا یق بھی اگر کوئی ادوسے تھراق سے
 اب کیا روٹھائیں خاک کہ سب چروہ لیا : نہ شیشہ مرا جو دل کا اوس ابرو بے عاق سے
 میرا مذاق شعر ظفر جاتا ہے کون : نہ اولاد ذوقی تھترے واقف مزاق سے

دیکھ

شیوے بُرے ہیں چرخِ برہمن نے پکھڑائے بہ علم بھگائیں یونکر پاؤں زمیں نے پکھڑائے
لیتا بد میں فوٹا زلف کی میں راست کو نہ پہنچا تھ میرے ماہِ جہیں نے پکھڑائے
مستے میں پتے پتے سب سے ہزار بابہ باحق جانِ ہزار دین نے پکھڑائے
جینا کہن مگر تری امید وصل نہیں نہ دو روز اور تیرے ہنسی نے پکھڑائے
ہر دہل میں جا کے نہرونا اوسے لیتا آئے

وہاں تو ٹھکانے بغض نے اپنی بیکار ہے

Crunch and

25th August of 1924

لکھائے سرخند ایک عالم جاری تم سے تمہاری تم سے پہنچی جنت نہ ہو گئی کم جانہ تم سے تمہاری تم سے
 دم آیا آنکھیں میں ہے ہمارا بجا و بوی یہ غم فدا کیا نہ ہے خدا قات اور ادم ہمارا تم سے غم
 ہزار باتیں ہر بابا و سے لقیں نہ آیا بھی نہ آسکے باک نہ جیتک کہ کوئی حکم ہمارا تم سے تمہاری تم سے
 غم و افسوس ہی رہتے شاملی تم اور تم دونوں حضرت علیؑ سے کوئی لب کھا بیت دل ہمارا تم سے تمہاری تم سے
 تھریہ کہہ دیتے آج اوں سے نہ ہم کو ہی ہر دیکھتے تھے نہ مڑی تھی جسور و تکبر ہم ہمارا تم سے تمہاری تم سے

دیگر

خواہ کہ نصف ظالم خواہ کہ مریہ و تو نہ تیر جو فریاد ہی تیرا کوئی نہ سن تو لے فریاد تو
 دم ہم بھرتے ہیں تم تیری ہوا افواہی کا دم کہ نہ نہ بد خوئیوں کے کہنے سے ہمیں ہر جا کہ تو
 کیا جرم کیا گناہ کہ تقصیر کیا میری فلان بن کیا جو طرح حق میں نہ رہے جلد و تو
 قیہ سے تیری کہاں جا چنگے ہم بے نال و ہر کہ کیوں قفس میں گھنٹہ نہ رہے میں مینا و
 دل سے دل لوارہ ہے تو جس طرح ہم تجھے نہ یاد کرتے ہیں کہیں یوں ہی ہمیں بھی یاد تو
 نہ تو وہ دم ایک عالم کو کیا روئے قلم نہ ہر سبب کیا ہے یہ ہے رنجیدہ و ناگوار

Prachan

Prachan

از شاہ تغر و نوبی

نیکوں ہر قدم بچھنوں میں میری چم لڑائی پہ رشتہ خنجر لٹی اک پل سی جس سے ابر بندہ ساری
ہر ہر وہ کچھ کوسے پر نہ حیران ہوں بیدھڑک کر رزنا تو بالائے ہی ہو جائیگی خلقت ہرستان کی
جنونی صد آفرین اور در صابری رمانت کو نہ اوڑائیں و عجیاں تو نے سارے جیب و اسکاں کا
اسکا بابت سے میں شب کو ترے گھر میں اپنی آماجہ تر و سر جو چوکی رات دن رتی ہے وہاں کی
یہ اوکا کو منع کر دینا کہ وہ روکے سنی نہ ہو نہ کو گھر لکھری ٹھیکری اس میں ہمیں تو مہاں
نظر گداب دیا ہے سخن کا خوشنوا سے یہ بدل این مرا خوش ہو لیجیت سرخندانی

دیگر

ہمیں تم کو جو سنی باتیں ہمارا جلب سے آہ اٹی یا اکھب کے میرے صاحب تمہاری ہم سے لگا لڑائی
جو ہے چوڑے دھار کے تیرے خنجر کا روکش نہ تمہارے رخ سے جو اڑے شکوہ سوار سے زلف سیاہ لٹی
نہ تو کچھ دل میں اب ہر زخم جو چاہے ماوری گھما نہ بس اپنی قسمت پہنچو نہ شاد و نہ خواہ سیدھی ہر زخم لڑائی
مگر لڑاں ہر بہ رستہ سے شاہ زروں سے ہمیشہ نہ کھو نہ منزل نہ وہ پوچھا چلبے جو کوئی راہ لڑائی
تمہارے دشمن عالم کو جس فقر ہے تمہارے دہو نہ ہونے سر بزمی وہ ہرگز لڑائی دے گی کوہ لڑائی

P a n a n e

ہنسی اسے سمجھ جاتا ہے دم آہستہ آہستہ : رواں کے سرواں سے دم آہستہ آہستہ
 کوئی صلیب سے جاتا ہے اترتے ہوئے : کوئی کوئی باز میں رہتا ہے آہستہ آہستہ
 نیکو خاک کو بر بار میری ہو سکے کوچے سے : ذرا جانا لیم بھی دم آہستہ آہستہ
 جواب دیا وہ دہتے ہی کہ اعلیٰ جاتا ہے طلب : اور کچھ کماں میں تھے ہم دم آہستہ آہستہ
 وہ دکھا کہ وہ نہیں آتا ہے : ہر روز آتا تھا : عداوت : کوئی دم آہستہ آہستہ
 ہنسی سے کاہنی دل میں خوں کا ایک بھی قطرہ : بہاؤ : ظفر : ہنسی : آہستہ آہستہ

دیگر

لکھ میرا ترے کوچے میں غم ٹھو کیلئے : کوئی سنتے ہیں وہاں : کوئی غم ٹھو کیلئے
 منع دریاں کوئی کے رنرو کے غم کو نہ وہ نہ اک روز تیرے سر کی قسم ٹھو کیلئے
 اپنے ہوتے ترے گھر آئیے انبار گزرتا ہم کہہ دیتے ہیں اداں کو اور کام ٹھو کیلئے
 تو چھڑتا ہی رہتا : چھوٹے : یہاں بہت کہنے سے تیرے ایک غم ٹھو کیلئے
 ہر دو توڑتے نہیں پھرتے ہیں ظفر لیکن : ہاں کوئی اور چھوٹا : چھوٹے تو غم ٹھو کیلئے

Q r e m c h a n d

موسم طبع - شاخ طوبی چاہیے میرے نشین کے لئے

از جناب منشی عبدالحق صاحب اختر تورتالی ذیلاہور

جب اجازت دے دیجیے گی میں نے اپنے فکر کچھ سمجھ کر کیا میرا اپنے نشین کے لئے
کچھ تعلق تو ہے مجھ سے تو تم ہی کسی نہ تم نہیں یہ رنگ بھی کچھ میرے دشمن کے لئے
پہول سارے کے لئے احباب چمکے بغیر نہ رہ گئے کمانے ہی کمانے میرے دشمن کے لئے
یہ نمک دینے کو میرے کافی ہیں سوز و دل نہ برق کیوں بتیاب ہے میرے نشین کے لئے
فتح کرتے وقت جانے کیا اور یہ یا خیال نہ فخر تال نے بوسے میری سروں کے لئے
یہ نفس کیا ہے؟ انہی سیاہ و گاہر چوکیدوں نے تم اجازت دو جو مجھ کو آہ و شہیوں کے لئے
پکھنے آئے وہ سہروردی سے مجھ کو بار بار نو دیکھ لے میں نے مزہ بیمار بن لے
اس زمانے میں میں نہیں اختر ذرا قدر سے سنیں نہ مفت کی محنت اوٹھاتے ہو تم انہی کے لئے
از جناب سید اہلق حسین صاحب اہلق ٹکینوی

راز ہے یہ رازوں میں کچھ سمجھتے ہیں اسے نہ لطف جو چین نے میرے تو نے چھپا کے ہے
وہیں آئیں مجھ سے کہا اہلق وہ اہلق سے نہ وہ نہیں کہیں تو نہیں تیرے دشمن کے لئے

دعا ہے

زنا نام اللہ جناب مولوی سرینہ مفتی حسین صاحب صاحب دہلی جیلو
 دوسرے ہیروں کے لئے کیا کیا لکھتے ہیں۔ اصل دشمن کے لئے
 بازو کی جانب ہوا۔ کلید دشمن کے لئے۔ جاب بھی ترسے ہماری کھانے کے لئے
 ایسے ہی اور روز ملتے ہیں زبانیں کسے نہ بولتی ہیں بھیدیاں میرے دشمن کے لئے
 تھپتھپانے لگیں۔ مجھ کو رگڑ کر سنے لگا۔ نا ریب ہے میرے نفس سے کھنکھانے کے لئے
 کعبہ و تہی نہ دونوں جلوہ گاہ۔ یار ہیں نہ ایک مسلمان بیٹے کے اب بھائی کے لئے
 منتق میں قسمت کا کھنکھانے تو بہت دشوار ہے۔ دھڑکے تو کھنکھانے میں فریاد و گویوں کے لئے
 تم اوٹھا کھوجوانی کیلئے یہ استوفیوں نہ ہے ابھی مجھیں حیا زیا ہے مجھیں کے لئے
 دیکھنے والے تو یوں بھی دیکھ بیٹے میں تمہیں۔ چاہیے اب ایک پروہ اور ہمیں کے لئے
 در دل اوٹھا ہمارا تم ابر بیٹے رہے۔ جب وہ لوٹے بزم میں غلطیوں میں کے لئے
 دل جلد ہونکے بڑا کرنا ٹوٹا۔ دل کی بات ہے اس شمع میں کے لئے
 اس تو فحش پروہ میں جلیگا بھارت کرکٹ نہ دانہ دانہ کر رہا ہیں جمع فرمیں کے لئے
 وہ گراں جالی سے اظہر بھلا ہوتی ہیں نہ تھا جو تار محبت میری گردن کے لئے

Pran Chandra

از جناب منشی عبدالغفار صاحب حیرت

کوئے جان میں جگہ مل جاتے دفن کے لئے پھر میں یہ خوب ہے آسان نہیں تو کے لئے
جاسی بیجا و میر سی کعبہ کو زائر چھوڑ کر نہ اب جگہ خالی حرم میں سے برہمن کے لئے
بہر طاعت کیا ضرورت ہے کہ ہوں دیر و مرم نہ ہر زمیں ہے کعبہ کہ شیخ و برہمن کے لئے
جگہ پر اسراختیاق قتل میں بیساختہ نہ اسے جب شمشیر کبھی مری اوروں کے لئے
سر بستی ہے نفس کی تلیوں کے غیب مذکور مل میں ہے کیا بے ضیعی ہوسے
شور کما حضرت حیرت نس کعبہ دل لگی نہ تاہل بیت علم کی لازم ہے اس فن کے لئے

دیگر

از جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب حفیظ منطوری

نیچ نامی سے ڈر کر جان دیدوں میں چھوٹا ہے یعنی تم کو چھوڑ بیٹوں مل دستوں کے لئے
اب لب بزم آٹھا پردہ رکھنا جلون ہمیں : دیر سے بیٹھے ہیں دید چھوٹوں کے لئے
منبتہ کرنے سے بنی جاتی ہے جان زار پر نہ اسے تنگ ہو اجازت آہ و تہیوں کے لئے
شور کما علم پر طلعے سے کس آتا حفیظ نہ قدرت کو ستاد کامل نہ تو اس فن کے لئے

Prepared

از جانب منتهی رسیدہ خاصہ معلوم صاحب منتهی غیر و آبادی

باغبان منع نہ ہو تو سر پریشانی کے لئے یہ کچھ لوٹھا کر لے نہ جاؤ گا لیکن دے
 مجھ کو محض سی نہ دیکھو تم نے گاہِ قہر سے نہ رہے دو تیغِ زہر کو دو تین دے
 شمع میں طشت کی جانب سے کب تکتا ہوں نہ رہتا یہ ہے نہ مرقا میں طشت کی
 آبِ سیسہ میں سے مجھ کو حاصل کیا گواہ لیجئے سب بھول چکے آپ ترس دے
 یہ دافنی بنی بیکہ کاش آج سے یہاں نہ شمع سے دھکا مجھ کو دے کس لئے
 لوٹے غیر اتنی ہے ان میں سو گتہ کر دیکھو تو مہر واہ۔ رنجے بھولے کیر مرغن دے
 ایک دن ہو گا کہ وہ غنیمت ہے جو اس کو کبھی ہم نہ اب تو ہم آئندہ بہاتے ہیں لڑکپن دے
 بسج تو یہ ہے شکر لکنا یک بیک آتا ہیں نہ اسے مزارِ عمر سے دھار کا نٹ دے
 از جناب مرزا مقصود بیگ مدنی شیراز لکھنؤ

شیخ کا کہیہ تیغ نہ برہن کرے نہ پلوئے جاں چاہیے عاشقِ دامن
میں اوس گل کا ہر گل باغ ہے شکوہ نہ تیغ طوبی جاے برگِ لہریں
دیکھ مجنوں بیاباں یہ ہے تباہیال بہ چھوڑ دیا فی رنجِ میرے دامن
دیکھ یہاں نوازیِ کشتِ وحشت کی شرارتِ خار نے بوئے ہمارے چپ و دامن

از جناب حکیم افتخار علی صاحب فکر مدنی

آستان پروردگار کے لئے نہ مرنے کے لئے نہ مرنے کے لئے نہ مرنے کے لئے
 زنی اوستی بڑھادی ہے مانی آپ کی : ہم دیکھتے ہیں اب مرنے کے لئے
 کائنات میں رہے تو اسے اپنا نہیں : میری پس میں مناسب تیری عین کے لئے
 اپنے بیگانے کی آنکھوں میں بھلے وہ گوریں : جو بھلائی کرتے ہیں دنیا میں دشمن کے لئے
 زندگی اسے باغیاں اپنی یونہی کٹ جائیں گی : کیوں ملک میں جینے کے لئے نہیں رہے
 لوگ نے پائے نہ تھے وہ توڑے کاغذ تھیں بڑھ کے خود بھولوں نے جو اسے لوگ دہن کے لئے
 نوچے و لدا میں سب ہم کو دنا میں لکھ کر : یہاں لکھی ہے جلد ققوڑی سی مدین کے لئے

دیکھ

از جناب خلیل الرحمن صاحب فطین برار و تادد حضرت فکر مدنی

اب میں کچھ آرزو جنت کے ملنے کے لئے : اپنے کوچہ میں کچھ دی اوستی مدین کے لئے
 ہر شجر پر باغیاں کچھ دین رہا ہوں : شمع اب باقی ہیں کوئی شمع کے لئے
 دلچسپ کے نیکی تیرے سوجی یا رہنے : شمع لکھ جا رہے قبر و شمع کے لئے
 حق تجھ کو ضلالت سے اشیاء پہونکہ مر : چار تھکے لودھوئے بیکے لکھنے کے لئے

از غیب تانی نفع می صاحب فاتح کیم بیدار

ہائے طش ہیں بہ سب لکھ اہل طش کے عجز کچھ نہیں میرے لئے جبر نہیں ہے
پس اندل سے ہوں نہ لے قامت کو جوئے خود شمع طلی جائے کیر لکھن کے لئے
خود لکھن پر ہر نقطہ جہاں میا و ماہ جائے لکھن کے لکھن کے لئے
سے اسیری میں بھی جگہ سوز نہ لکھن کے لکھن کے لئے
سیر لکھن کے لکھن کے آج وہ شمس جہاں نہ جگہ سوز لکھن کے لئے
اس طرف آراستہ محل ہرے پھولوں کے لکھن کے لئے
حرفت فاتح زمیں شعل کے شعل ہو گھر نہ لکھن کے لئے
از غیب منشی ممتاز علی فاں صاحب ممتاز از رشتہ

کنا خبر تھی دل ہے مار استیں تن کے لئے یہ راستے بہ نے فوب ہم سے یار بن بن کے لئے
یہ ستم سے رنج و غم نے ساری دنیا چھوڑ کر میرے سینہ میں لکھن کے لئے
از سر نو زندہ ہو جاؤں پس درون آراستہ تیرے کوچے میں دل دل جائے مدفن کے لئے
آج منوں میں گلوں میں سج عیا ہے کھسی نہ طور بلبل نے بھی نہ شاد میرے شیون کے لئے
غیر غار بگڑا بیٹے ہو کم ممتاز سے ایک بہاہ جائے تم کو توں بن کے لئے

از جناب حضرت پتخ صاحب میر بادست حقار منیع بدست

ہم بھی ملن ہمارم تھے ملن کے لئے نہ یا نہیں اب چار تھے علی شمیم کے لئے
بجلیاں تیار ہوتی ہیں جو ملن کے لئے نہ مل گئی لیا شاخ ہلی کو شمیم کے لئے
فصل مل باد و صبا و صفت سحر بہر بہار نہ کیوں نہ بھڑکے دل نفس میں یہ کلشن کے لئے
نا انیدی بلیجی سرت ہرستی ہو جہاں نہ سوز میں وہ چاہیے عاشق کے ملن کے لئے
شکر ریزی جان نثار خوشگلی سوز و دل آفتیں لیا کیا ہے یا رب شمع روشن کے لئے
کچھ نہیں تو دل کے داغوں کا ہی ملدے سہی پھر دعاں بچھ چاہیے یا رن ملن کے لئے
مستن قدس کندہوں میں لکھو سراپا شاخ طویلی چاہیے یہ لکھن کے لئے
دلف وایرونی محبت خوب کام آئی بلبل طوق و خنجر ہوئے تیار سروں کے لئے

از جناب ابو الیس اللہ نائب میرٹھی

کہیں نہ آمادہ ہو ہیں آہ و شیون کے لئے نہ کوئی ہیں بجلیاں شاخ لکھن کے لئے
آپ کیوں ہوتے ہیں دیروہم میں جلوہ نہ لکچھ تو سود بگلی لکھن و برہمن کے لئے
ایک ہم کیا اس تمنّا میں ہزاروں سرے نہ لوگے لکچھ بس بدل جائے ملن کے لئے
فصلت نائب کدوں ہر کئی تو کئی لکھی نہ جوڑ رکھے تے جو مد نکلے لکھن کے لئے

از جناب بابو دیوبند دال صاحب دیوبند الیس بی صاحبہ اسے عسی آئی از علیہ

کہ دیا بہاں جسے مجھ کو دشمن کے رکھے بن آئے کیا اور نہ کیا دو عین من لیتے
آپ کی ترجمانی نظر کافی ہے میرے دل میں وہ کیا ضرورت تیج کی ہے میری گردن کیلئے
وہ لٹا لٹکھو رکھی اب تو اس کی یاد نہ منتظر مدت سے بیٹھا ہوں میں سے وہ
محنت طعن میں نہیں پڑتی ہے سادوں کو پھوار بن روتی ہے بدین غس میں سیکھ غس کیلئے
وہ کسی کوئی آرزو ہے اور نہ میرا مدعا ہا دوست ہی کہ وہ شک ہے وہ نہ دشمن کیلئے
کل میری بیچوں کی خیم میں بھی جو آتے نہ تھے نہ آج وہ اس میں بیکر ہو بدین کیلئے
غس ٹوٹے ہوئی بھی ۔ جلد ۔ کھلی ہوئی ہو یا کیلئے دیوی ؟ یہ سب کس روئے کی

دیکر

جناب سید امیر حسین صاحب اتر گینوی تلمیذ بشیر گینوی

سجدہ گاہ عاشقان سنگ در در دار ہے : دیر و کعبہ چاہئے شیخ مہر میں کے
آر زمانہ متبلہ سے اشتیاق دید ہے : دل نیکوں تر ہے در اکوئی و روشنی کیلئے
دی چشم تر دکھاتی ہے مزہ برکت کا : منتظر عالم عین زحمت ہے : وہ کیلئے
عمر میں جس کے کوچے میں گزری اسے آتیر : اسے غور کی کسی جگہ ہی وہی دلدل میں

انجانب منشی ندام حسین صاحب مدد

بن سوز مرید وہ نیک سیر گلشن کے لئے پڑا رہا میں عاشق ہزاروں آئے دشمن کے لئے
بلبل گلزار مرید ہوں ابھی خاک میں نہ شاخ طوطی چاہیے میرے نشین کے لئے
خیر ہے عہدِ فانی کے شر ہے بیزار کیوں نہ کیوں دیکھیں گے ہو اب نہ لہیں گے لئے
جان شادی ہے یہی ہوتے ہیں ایسے جان شادی جان پروا نہ دیکھیں شمع روشن کے لئے
وہ عہد ہے بعد ہوئے خدا سے اب سلام نہ باغ طیبہ کی زمیں ہو میرے مدفن کے لئے
انجانب پر ملا کر شمشاد

بے حجاب نہ جاؤ سیر گلشن کے لئے پڑا رہا میں لاکھوں ہیں رہن روئے تو بن کیے
آہ جب جامہ و ذوقِ تماشا ہے جن نہ تب ہی مجھ کو اجازت سیر گلشن کے لئے
بلبل گلزار مرید ہوں میں فسا ازل شاخ طوطی چاہیے میرے نشین کے لئے
آہ کہہ رہا ہوں شوقِ دید ہے قہر ہی نہ مغرب ہوں قہر میں ہی لو کے دشمن کیے
قہر پر چادر حیرت مجھ کو شبنم کی ٹوٹی نہ اوچھلی بن کے آئی شمع مدفن کے لئے
گلشنِ عالم میں ہوں وہ بلبل بے خانہ نہ شاخ اک ملتی ہیں مجھ کو نشین کے لئے

Prasa Chandra

از جناب مولانا مولوی غلام حسین صاحب عباس مبارکپوری

جیسے کہ منظر ہے کہ طفل برہمن کیلئے نہ ہے نہ جہاں رشتہ زندہ گردن کیلئے نہ ہے
ہم میں خاک گردن جہاں برق نے نہ چار تہیکے میں کے ادے تھے نشیں کیلئے نہ ہے
میرے آتے ہی ہر گھٹا گل باغ میں ہوا خوش شاداب گلشن کیلئے نہ ہے
جب ہم بفر کیا ہم نہیں میرا لائی ہو دوڑ کر فخر نے پورے پیری گردن کیلئے نہ ہے
پر وہ دل کا میری وہ لون کے کسے نہ تیدیاں تار نفس بن جائیں چھیں کیلئے نہ ہے
تسخیر و تیر مثر کاں ہیں یہ دونوں ناک نہ ایک سینے کے لئے ہے ایک گردن کیلئے نہ ہے
بہیں سدرہ ہے اسے عباس میرا صغیر نہ شافع مولیٰ جا ہے میرا نشیں کیلئے نہ ہے
از جناب فتنی ممتاز علی خاں صاحب ممتاز درگاہ

کیا فرتی دل ہے حارِ ریشہ تن کے لئے نہ اسے بے خوب ہم سے یار بن کے لئے
کیا کتب ہے ریح و غم نے ساری دیا چھوڑ کر نہ میرے سینہ میں گدگدائی ہو سکنا کے لئے
از سر نو زندہ ہو جاؤں پس مدون اگر نہ تیرے کو چے میں جگہ سلجائے مدفن کے لئے
آج غمخوئی میں گلوں میں حج ریح کھلبلی نہ طور بہیں نے بھی نہ یہ درخت شہیوں کے لئے
غیر کی فادہ ہوگا بیچو تو تم ممتاز سے نہ کہ بہانہ جا ہیے تم کو تو ان بن کے لئے

از جناب امیر القلم احسان اللہ حضرت مولانا محمد تاج محمد سہارنپوری

اے گل نیک زینت اغراض حق جو گلشن کے لئے پناہ آج اون پتوں کو بھیج رہے ہیں گل گلشن کے لئے
 موردِ آفات ہے بلبس چین تیرے سبب ہے بجلیاں رتی ہیں گلشن میں نشیمن کے لئے
 آئینہ شان لئے بیٹھے ہیں کرتے ہیں سنگار نہ صبح سے تیاریاں ہیں ہر دم دشمن کے لئے
 بے سپہر قاتل کے آگے اپنا سینہ کر دیا نہ وار ب تیغِ ستم کے تم نے تن تن کے لئے
 باغبان مرغِ چین پر مہرباں ہے تو اگر نہ شاخِ گلبن پر اجازت دے نشیمن کے لئے
 پر وہ پوٹنی تن لئے دن کو دھوپِ غمت رانکو یہ ہم نے صحرائے تجویز مسکن کے لئے
 آئینہ دای ہے گلستاں میں ہمارے دل کشت ہے لہریاں ہیں بلبلیں تھکے نشیمن کے لئے
 کچھ نہیں ہے حرفِ فوق امتیازی اغزیبہ : ایک ہی محبوب ہے شیخ و مرہم کے لئے

از جناب منشی محمد میر اللہ صاحب نقارہ فیروز پوری

باغِ رونق ہوں اے میا گلشن کے لئے پناہ تندرست لینے آیا ہوں نشیمن کے لئے
 جان و دل و فو و لہجہ و دے انداز پر نہ نذر اب کیا لکوں قاتل تیری پتوں کے لئے
 جلیلہ و دروزہ گلشن میں پھولوں کی ہمارے چاروں کے بعد ہیں کچھ خار و امن کے لئے
 حسرت و یاس و تنہا آرزو و آں امید : نذر کمرے لئے ہیں اوکس چشمِ مجرمن کے لئے

انصاف باجو کو نہ دیل جب نشتر اوئی نہیں

دل سے جاتے ہیں خود اس شوخ پیر فرما کے بے نہ مال ایک گھر کے لئے ہیں رہن کیلئے
نہت بھی دیکھتے ہیں میری بھی ہے لڑکانہ ایک عاشق کے لئے ہے ایک دوسری کیلئے
اس محبت کا ہر سو جونا کرنا سنا کیا نہ جانے لئے یہاں اپنے دوسرے کیلئے
کہہ طعنی میں جوانی کو درے پائے تھم نہ اب جوانی آئی تو روئے میں نہیں کیلئے
پاس رسوائی سے وہ بیلوں پر کہ تھم رہے ہیں قطرے فصدوں کے تھوڑے ہیں کیلئے
سب بھی چیز غلام کی سناک تیرے قسم ہیں نہ رہنے دے دو چار باقی برے دہلی کیلئے
نام ہی سے میری شب گیسو ونگی یاد ہے نہ ہو طے سامان پیدا میری انجمن کے لئے
تم تو اوکو پہونکدیں اک آہ آتشبار کہ رنج لیکن کون دیکھے غنما دین کیلئے
تم بھی نشتر چھوڑ کر سب کو روکا د ہو موبہ جسکی رمت ایک سی ہے دوست دشمن کیلئے

متفرق انصاف

کلمہ سن آنسو بہانیکو جوانی کا خیال نہ مصطفیٰ پیری میں کیوں روئے ہو نہیں کیلئے
آسمان کا عمری پر کیوں نہ چکیں مثل میں عمر تم نے وقف کر دی تا ز اس فن کے لئے
اوس سے بڑھ کر دوست بلکہ دنیا میں سن باسط کوئی نہ دل سے کترا ہو عا جو رہے دشمن کیلئے

از حضرت نظیر اکبر آبادی

زور دے تو ہرگز مت مار اپنے من کو یہ تشریب تن مسکوں ترسانہ اپنے تن کو
جو نہ چین چلیں ہیں جل تو بھی اوس جلن کچھ درخشا ہے یہ نکتہ رکھ یاد اس سخن کو
دل کی خوشی کی خاطر جیکہ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو
جانبہ میلہ وں میں سب درد غم بھلا کہ نہ جھکا گلہ بی سے کی پیانی اولٹ پلٹ کر
محبوب دیروں کے خوش ہوئیٹ ٹپٹ کرتی پی دودھا اور تابا شے میوہ چٹائی چٹ کر
دل کی خوشی کی خاطر جیکہ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو
لمحہ اب کیا دوں کیا ریشمی دوختی نہ کشمال مانگو مات رکھ قبا اچھوتی
لو لے جو نسیم بھرا مارا سکریہ جرتی نہ دودن مٹی تو دوستوں میں بجوا اپنی طولی
دل کی خوشی کی خاطر جیکہ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو
یہ نعمتیں ہیں جتنی جو کچھ ملے سولہ جا بہ تماش اور بادے ہیں اک بار فیکھا جا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میرزا اسیر قہوطی نے نرفض سے کیا عیاد تیرے دام میں اور آج پھیلے دس
 روزہ ساتھ لوگے فلک ایک ہی جاگے کہ میرے رفیق یہاں ایک افس کے دس
 ساقی خوشی رنج بارہ کشتوں کے اس قہر نے اید جام گالتے ہیں تو دیتا ہے نہیں کے دس
 صحت کہد کہدے ہر ہر چھ شوخ تو ہر می سے جسکی خاک ہوں دین مجھ سے
 دوس ویرانہ باگ اور بھجوں ایک کو تو موجود ہوں خوشی سے نہ راہی کس سے دس
 خط لکھے دین میں تو میں دو نو ہر نظر نہاں اب ہر کہدے دس میں توں دیکر کہ
 دیکر

ان بتوں کی دوستی رکھنا مالقصان ہے : اور ان سے دل لگانا جہنم مالقصان ہے
 نیز ادا کا دل میں ٹوٹنا ہے : پیچھے ہٹنا بھی مالقصان ہے :
 چھٹے اور ساتویں حکم کے مستحق سے : ہوتا اس آلتی سے : آلتہ ان کا نقص
 ہے : تاہم یہ بتا لیتا ہے : جوئی جنوں : تو جو کرتا جیب : اور طمان مالقصان ہے
 اسے کفر بھائی کا گر بھائی ہیں دشمن تو بہر
 بات انسان یوں انسان مالقصان ہے

Pen Ch and
Am 3 poari.

مطلع

مطلع

دیکھئے جو رخ و نام واللہ جیسے جاگئے نہ ہر بہتوں کی چاہ میں دل کو ڈھکیے جائیگے

مطلع ثانی

نسخ خود

یے سلازم ساتھ جائیگے نہ جیسے جاگئے نہ شاہ جائیں یا لہ۔ یاں سے ایسے جائیگے
 ہم ہر دیکھئے میرے مرجوم لخت دل نہ بھونچہ دیکھئے دریا پہ میلے جائیگے
 دل کا مونگ جانی ہر ہمار اور ہم نہ ہاتھ کے ظالم ترے پا جڑ ہی بیٹے جائیگے
 رخصت تھی غم اور روز جی ہے بے مزہ نہ دیکھئے کس دن یہ دن کڑوے کیسے جائیگے
 دن بازی سے باز آئیگے تیرے عشق باز نہ جب تک ہے جان اپنی جاں پہ کیسے جائیگے
 ظفر ہم سے نہ جائیگے جمیے عشق کے بھان ہی کے ساتھ اپنے پہ چھپے جائیگے

غزل داغ

رہے جو دشمن ہو اچھے کسی کا نہ صاف فرمیں یہ فرما لے کسی کا نہ دعا گد تو تم بھی اپنی زباں سے
 چور اہڑا دے کسی کا نہ اچھا لکھو تے توبہ کو ٹھلوں نہ تم بھی ہر تو دل نہ گیا ہے کسی کا
 جا ہی کے یہ بکتہ کیوں پوچھتے جو نہ کوئی نہ کرن ہو پہلے کسی کا نہ بری برہم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں
 حال عینے شاہ کے کسی کا نہ شرم ہی لے جاؤ ہم ہی ہیں حاضر نہ ہمیں جو صود دیکھنا ہے کسی کا
 ہی اچھا ہو کر وہ بولے ہیں سنا ہے کسی کا نہ بچے جاوے کس طرح تیری ادا اس
 نا ہو کسی جس جہ کسی کا نہ سنا کرتے ہو تو کرنا یہ دیکھو تو نہ کوئی سر میرا لے کر

جہیے در

رکھئے تھ

غزل

حسیوں کا ہر ایک عالم اس کمرہ ہو ہی جاتا ہے : اوسیں تو دیکھ لیتا ہے و شاید ہو ہی جاتا ہے
 محبت میں شریح ہے کہ پیدا ہو ہی جاتا ہے : تو اپنے سے میرے اوس بت کو صد ہو ہی جاتا ہے
 پس بقیہ یہ شوخی کہہ دھلی میں کہہ تو لی جوانی اتنی آرزو میں دانا ہو ہی جاتا ہے
 پس کچھ ماہ پر غور و فکر دیکھو اپنی صورت کو : ہر ایک کس دیتا ہے تو مشہور ہو ہی جاتا ہے
 انہی اس پر شکست دلی کیا ہی عاویں : کچھ ملتے ملتے درو پیدا ہو ہی جاتا ہے
 ہر سانس ریت : ہر طاب میں سرد دیکھو : کبھی رات کبھی میرا لفظ ہو ہی جاتا ہے
 کتنے بیلیا ہوسے خاک کب ہو گئی : تم سے نہ چلو جدا : دوں میں : کیا ہو ہی جاتا ہے
 کبھی ہے درو : کو کو کبھی جیل کا منہ لگا : درے گھر پر : آئی کہاں ہو ہی جاتا ہے

غزل

کہیں وہ خاک بار دیکھ پائے اپنی آنکھوں نے تو سہری جگہ اوس کو اگاتے اپنی آنکھوں سے
 نیرے چار فوٹ کا فاصلہ : آنکھوں میں دم آیا : مناسب تھا کہ رو کر دیکھ جانا اپنی آنکھوں سے
 ہمیں دھونے نہیں دیتا تصور تیری : آنکھوں کا دگر و گرد و عالم کو ڈبانے اپنی آنکھوں سے
 بدلتا تو اترتے تو قسم ہے نیرے قدموں کی پناہ کوئی : آتا ہے بیروں سے تم آتے اپنی آنکھوں سے
 ہمیں نرس کی کا دستہ غیر کے : تو نرس کیوں بھیجا : اگر انکھی دکھانی تھیں دھلتے اپنی آنکھوں سے
 تری اس شونے جیسی ہے : کیوں تو بوجھ ہو : کہ تم انسان کو وحش بنا دے اپنی آنکھوں سے

عزل افضل

را کر اب بت سے ہم آنکھیں طرح طرح کا عذاب دیکھا :

جھانپیں جمعیں اور ٹھٹھے صدے ستم سے اضطراب دیکھا

ایسے غمزدہ میں ناز کی بس تمہیں بولیں انتخاب دیکھا :

منہ را بچیں نہں کا دیا یہاں غضب منہ را شتاب دیکھا

بہ ہوا ہی یہ حید ساری بہ سینہ زوئی یہ دلخراشی :

ہر اک ارادے میں ہم نے ظلم سمجھی کو بس مایاب دیکھا

تیری نظروں میں بس رہے ہیں وہ گھر بھر بھی تو بھٹے ہیں :

جو نیسے دل سے بتر گئے ہیں بویں ہی خانہ خراب دیکھیں

ہم نے مانا کہ وصل کی شب روٹھے ہیں پردے تمام لیکن :

متہرے رہنا بے حجابیوں میں ہی اگر طرح کی حجاب دیکھا

میں جب پرچہ آہ و نالہ کسی کے تن پر پڑے خاک پر صکرا :

ابہ واردوں کو زبردست در کے ہمیشہ خانہ خراب دیکھا

یہ آج حسن میں ہی یکت تو ہم بھی ہیں عاشقی میں کامی :

غمی نہ اپنا ظلم افضل نہ ہم نے اون کا جواب دیکھا

دل میں وحشت کا تقاضہ ہے مجھ کیل جانید و با ضبط کہتہ ہے کہ جب تک تلے تل جانے دو
حضرت دل نہ کرو قتل میں تنہا جلدی : یثرو یثرو ذرا قاتل کو تسخیر جانے دو
حسرت و پشیمانی و غمنا نہیں وحشت کی نعم : بیڑا چھوڑ دو بکے جنگل کو لکھ جانے دو
وہل کی رات بھی رمان ہیں نالوں دلیں : جو عیسے دسے سری جاں لعل جانے دو
جب نہ تاشِ نفرت سے جگر جدا رہے : بے تامل سہا اوس شمع نے جل جانے دو
مے کشی جو کہ سرو تو بہ کی جلدی یا ہے : حسرتیں دل کی سری جاں لعل جانے دو
یہ محبت کہے ہو دل سے میر سو دلی ہو : اس کو بہت ہے وحشت کا اصل جانے دو

غزل حضرت نعیم

شب و صبح لوٹنے جوں کسی کا : جو بھالکھا پکڑے کچلے دامن کسی کا
بھیانہ یہ رنگ و روغن کسی کا : سا فرست دو دن کا جوہن کسی کا
یرب ساتھ جو کچھ لیا میرے دل نے : کرسیوں و دشمن سے دشمن کسی کا
نہا شام ہووے تو ہم رنگ لائیں : اندھیرے میں لوٹنے جوہن کسی کا
کہو تو بہ داناؤں سے اب تو بہ توڑیں : او ابرنے پہ آیا ہے جوہن کسی کا

نعیم ایسے جاننا باز دکھوں ہی ہونگے

اوانہ نے تو دس عمر جوہن کسی کا

غزل حضرت داغ دہلوی

یام کوروزِ حشر بڑی امتحان کی : پیرِ مہاں نے غلہ میں جا کر دوکان کی
بھر میں پار آہ تھی اک لوجواں کی : پیری کسی طرح نہ جلیں آسمان کی
اصد بھی اوسکو دیکھ کے حیران ہو گیا : بوجھی زمین کی تو کہی آسمان کی
اس کو گلہ ہنس تیرے پیدا دو جو رکھا : لیونکر زبان بند ہو سار سچمان کی
رکاک کر لکھاتے ہیں مردوں کے ساتھ بھر : کچھ گئی ہے اونکو ہوسن امتحان کی
ریف غیر کئے جو میں نے دیا جواب : اس بات پر خفا میں کہ ہم سے زبان کی
جاننا ہوں جھوٹ سکر اوسکو کیا کروں : لکھاتی ہیں پیار سے قسم میری جان کی
تو کی رقیب پہ مجھ کو مل جواب : گو گوئی سے تو نے لیوں میری خواب بیان کی
بیکہ بنا بنا کے ہوں ماجر آشول : فریاد نہیں ہیں روز نمی داستان کی
یا بھر بھی دل کے دینے میں اس داغ : عذر ہو نہ کروہ قسم دلائے تمہیں اپنی جان کی
شعری اشار

بے سب بیٹوئے مہر و فائے تم نے پاس سے سیکے ہیں یہ انداز جفا کے تم نے
آؤ گے تو کیا موت جی آئیگی ہنس : راستے روک دے ہو گئے فضا کے تم نے
سوؤں نے جسے کاٹ بھی بننا ہی نہیں : ناگ پائے ہیں میری جان بلکہ کے تم نے
ان جہنم کی آگ سے چھان دلائے وہ : حلف تیرے کا عذر نہ آتا کہ تم نے

پور کس حقیقت ہے جب ظاہر حرکت ہو چکی : ہم بھی رہا ہوا ہو چکے اونکی علی شہرت ہو چکی
 دیکھ کر آئینہ آب ہی نہپ وہ پہنچے : شکل یہ پیروں کی یہ جوروں کی صورت ہو چکی
 غیزے آئے توئی ہوئی برائی کس قدر : میرے منہ پر بار امیری شکایت ہو چکی
 آئے ہم مریض : انا ظلم کی فیکہ جلیں ہے : بیوہائی ہو چکی : بہ عروت ہو چکی
 کیا ہمارا جم بکرا گیا سنا نذر نہ : دوائے حسرت آئی : ہی دل میں قیامت ہو چکی
 کہ نہ ناز و ادا نے صبر کی فست نہ : دوسری ہر پانہوئی جب یہ قیامت ہو چکی
 رنج بھی ہو اک طرح کا تو رہے کچھ دلی : وہ مصیبت پھر : آئے جو مصیبت ہو چکی
 کیا مزاح ہے اون کو اپنی شوخی اقرار کرنا : جھک پڑے غیروں : جب محو برہنات ہو
 ہم بدل جائیں گے کیا قسمت بدل جائیگی کیا : جب نہ دنیا میں ہوئی محبے میں رات ہو
 تیرے جلوہ سے نہ رہ جائے کلیجہ تمام کر : حشر تک انسان کی یہ تاب و طاقت ہو
 ہم سے دیوانوں سے کز اگر چلے مامع نہ کیوں : جاننا ہے وہ لایسوں و نصیحت ہو
 لے دل مشتاق کافی ہے سہرا اسدہ : کیا نہ ہو ماوصل جب صا سہمت ہو چکی
 ادس محفل میں دسائی بھی ہوئی تو کیا ہوئی : ہم گئے او بوقت جب ہر خاست محبت ہو چکی
 اس زین میں شکر کہنے کا مزہ اپا و گے طاع : اب تو جو ہونی لقی اے حضرت سدا ہو چکی

گمان

ہائے رے مجھے دردِ جگر نے ستایا

برپا رہیں۔ دل آ رہی۔ کوئی چارہ نہیں ہے خدا۔ ہائے رے مجھے دردِ جگر نے ستایا

عصاں میں آہیں و یادیں شیون میں، انوں میں

سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

کتابِ سخن میں کم کروٹیں ہر سوبہ لیتے ہیں

جو صلِ اوستا ہے یہ پہنوں پہنوں بدلے میں

یا بیدار۔ دل کا دوتا دم۔ پورا عیاد مہ۔ سخت جلد دم۔

سانس دیکھتے تیرا بسمل میں جو آتے جاتے

اور جبراً دیا جہد رنے جاتے جاتے

ہائے ظالم نے رجم نہ کیا۔ رے مجھے دردِ جگر نے ستایا

مجھے بندہ و جاں سے ستار کی انگیا۔ گنگاں میں ندی کاں میں باں

میں تو قہقہوں کی پیار کی انگیا۔ مور و رز نے انگیا بگاڑا۔ مجھے دردِ نیاں کی عاڑا

جان نہ گداؤ۔ ہا کر کے لدو۔ مجھے کالے کتا رست کی انگیا

اچھے بیاں کی ہاں ری بھولی۔ میں تو پہنوں کی ریشم کی جولی

میں میں اچھے ہو مصالحے، اوسبہ کھتی، نرسائی انگیا۔ مجھے دردِ جان سے ستار کی انگیا

دل بھرا

تم کہاں

دل بھرا

محب

میں نہ

جہ نہیں

کسی نہیں

موسیٰ

مغل حیر

خاشا

آرزو

اکبر مر

روئے

سانور جانی بھر نامدے لیو ہے ۔ سانور جانی

۵۱
نہ کچھ دیکھ نہ کہیہ بھانہ مورس جانی عمریا کو روگ لگے ہے لیو ہے ۔ سانور جانی

او جہاں سرتو آ جا بس نہ کیئے

عم آج بزم شیش کیوں نہیں دوا کیئے

فرستے حکم توڑے میں تڑا لہا کیئے

ہوئے ۔ پیا اگر ظلم ماروا کیئے

وفا ہے بڑھکے روزے ہم نے کیوں جہا کیئے

مجھے راہ عدم دکھدے کیوہی ۔ سانور جانی بھر نامدے کیوہی ۔

دیگر

واری جاؤں رہے سانوریا تو پہ وارنا رہے ۔ تن میں دھن سب تو پرواروں

سرور در سب تو پہ شماروں ۔ کہتے کہ قاتل نیکہ شجر مارا رہے واری جاؤں

دیگر

ہاں جاں مارو پہ لانی گناہ اٹھائی ۔ یہ انگلیاں متواں

نازک نازک کمر پہ لچھے جیسے کھوپڑی کی ڈالی ۔

جون والی چھب نہ لال ۔ سو رو عمر بانی کہہ انگلیاں متواں

بکرتہ کھانا سا کھانا ۔ وہ کھانا گھہ ۔ شیخ مکنا مورا جانا یاروں چلیے گی

گناہ پتھر چننا

نہایت

بھول جانی لیلو - بھول جانی لیلو - بھول جانی لیلو - دو بھول جانی لیلو

مستحق

ہوں میں بھول چکی ہیں - گزرتی گزرتی آئیں - گھر سے سہانے لیلو - بھول جانی لیلو

مکمل

نہ ہوں نہیں نہیں بھولوں سے ہوں میں رگنیں - چہا ہے نامی دارو - بھول جانی لیلو

مستحق

بھول دیر سے دارو - ہمت نہ اپنی دارو - جھٹ پٹ لگا لو پیسہ - بھول جانی لیلو

اک

دیگر و فروش

دیکھ

دلِ ناداں کو ہم سمجھائے جائیگے - ہجر میں جن کے جان صبر ہے

دیکھ

وہ ہیں ستم بھوئے جائیگے - دلِ ناداں کو

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

دیکھ

سمت بہتر سے زیادہ ہے ترا دلِ قاتل

بھائی آسان نہ جاننا آری مشکلِ قاتل

دو طرفہ رہو رہ ستم پینہ دو جاہلِ قاتل

نہ کیا فرح نہ کیا جھوٹ کے سہلِ قاتل

ہن زخمِ بھارے کیا قاتلِ قاتل - کسی زخمِ بھارے یہ بھارے دکھائے جائیگے

دلِ ناداں کو ہم سمجھائے جائیگے

Green Channel

(بھون) مزاد تے ہیں کیا یا میرے بال گونگروا

کیوں نہیں مجھ سے آنکھیں میرے دل و گھر کے بد

ہم تو جان ہیں تجھ سے دیرتے رنج و الم بد نہیں لیتے تیرے کوئی کیا کہہ سکتے

تو ستم نہ کر تو پیارے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

گھمے دو دو تھے ہم پیائے نہ جان سے برتنے شوائے اب ہیں ہم میرے تیرے

آنکھیں تو جادو گدے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

مجھ کو دیکھو نہ کر پاؤں ہارِ فرقت کہاں روٹھاؤں بہنڑے کہ سب سر جاؤں

ابنے ہفتوں ہی گذارے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

جوئی بنا بھوت رہا گھر گویں نے رکھ رکھا جگایا بد نہیں بنا تیرا یا

نہ جھڑھو نہ پوچھو سارے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

مجھ کو اب تھا کرنا دمِ الفت کا نہ تھا بھونا بے پہلے دل لے بعد کسرا

میرے ہوئے بھائے پیارے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

دھوئے اکوہ دشت وہی ہیں طاقت وہی نہ مورتے تن میں ہیں بن کر میرا جی میں

دیکھو شجرِ غزل سارے کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

عشق

یار و

موجود

نہی

مہر جا

وہ

نہی

عاشق

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا نا اگر اور جیتے رہتے ہی انتظار ہوتا
 ہی نہ لگی سے جانا کہ نہ صاف ہے عہد بودا نہ کبھی توڑ تو نہ سنت گرا سوار ہوتا
 دلی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرے کس کو نہ یہ خلیش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
 کہاں کی دوستی ہے کہ کہنے میں دھوٹ نہ صبح نہ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
 وہ کس سے ہیں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے نہ بچے کیا برا بھلا کر کیا۔ بار۔ ہوتا
 بے مرے ہم جو سو ہوئے تو حق نہ غرق دیا نہ کبھی جنازہ اوٹھا نہ ہیں مزار ہوتا
 مسائل لغتوف یہ تیرا میں غالب نہ سچھے ہم ولی سمجھتے کو نہ بادہ خوار ہوتا

نزل وائع

جب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا نہ کبھی جان صدقہ ہوتی کبھی دل نشا ہوتا
 مٹی فتنہ تاقیات نہ پھر شکار ہوتا نہ تیرے دل پہ کاش ظالم سب کے اختیار ہوتا
 اعتمادی طرح میں جان کوئی تھوڑے وقت گزرتا نہ ہمیں منہنی سے کہہ دو ہمیں اعتبار ہوتا
 وہ وہ دل نہیں تھے کہ سو چارہ ساز کوئی نہ اگر ایک بار ٹپکتا تو ہزار بار ہوتا
 یہ وعدہ پہنچا بھی اور کھیرتے نہ گھاسا ہی نہ نہ گی کا ہمیں اعتبار ہوتا
 مجھے مانتے سب الہام کہ عدول بھی کرتے با ویر یار کعبہ بنتا جو در مزار ہوتا
 نہ مزہ مجھے دشمن میں نہ ہے ظلم دہنی میں نہ کوئی عجز غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا
 قور

پی

پی

درا

لوٹی بند کے اٹھا لیا کوئی رکھے ۔ بوٹی بندے

بڑے سویرے جو کوئی چپانے وہاں میں ڈھیلے ۔ اوڑت جڑ پایا وہ پہچانے مرے سروک کی اینٹ

سویرے بھر چھینکی

دوسرے سویرے جو کوئی چپانے وہاں میں ڈھیلے ۔ تو اکھڑا راج کے دھروے پر دھیان

سویرے بھر چھینکی

تیسرے سویرے جو کوئی چپانے جوڑ بھاؤں کی کیچ ۔ گھر کے جانے مرے اور آپ لہنے کے پت

سویرے بھر چھینکی

چوتھے سویرے جو کوئی چپانے پتہ آپ ہی آپ نہ بے حورو بے سسرتے جو چھینکی کا بار

سویرے بھر چھینکی

داغ حسرت

دیوانہ ہوں شہباز ہوں طلبگار ہوں تیرا ڈاڑھے جانی جہاں طالب دیدار ہوں تیر
جاؤں میں کہیں اب تری ڈھیروں کے نکلے نہ رہنے دے مجھے میں تو گرفتار ہوں تیر
دیکھا ہے فقدا تجھ کو محبت کی نظر سے نہ مگر جرم ہے تو یہ ہے میں گنہگار ہوں تیرا

Q or an channel

غزل حضرت مولانا

میں جی چاؤں ازل سے آپ آجائیں اگر پہلے یا یہ پیغامِ زبانِ خط سے کہنا نامہ ہر پہلے

برہمن ستم میں صبح تک ہم نے دعا مانگی : اپنی آج نکلے ماہِ تابانی سے قمر پہلے

روضہ بوسہ کے ہم نے گایاں میں غنیمت کہ جس نے : دارِ انصاف کو کیسی نکال لے کر شرم پہلے

رہے او بیدار نہ تھے کو دل دینا بہنِ لازم : نہ کوئی پیدا تو سرِ بوسے ہمارا سا جگر پہلے

بے سکر مار چھو اللہ کی اسے غلام میں صدف : نہ ہنر مندوں سے بوجھے جاتے ہیں وہ بکھر پہلے

غزل آقا

دل کی کہاں کار و زرا ابھی تو شغلِ شرب میں نہیں غرضِ کمالی یاد آئے سطح سے تونکے قہر و عذاب کیوں

راکبِ شغلِ سوزِ بے بغل میں یا ہوئی ناکسی کو نہیں جاگت ہو کہ سوزِ باہوں خیال میں ہو کہ دُعا ہو

پیرِ اسوقت مجھ کو واغاب میں ہے موقع یہ گفتگو مانا سوزِ جانا ہے اگر شرابی میں حاضر او کی رکاب میں ہوں

مجھ کی غمزدگی میں شرابی بھی ہوں ریزہ او کہی ہوں زاہر : خدا کا دھڑ ہے جو لگا لگا کجک طعنے عذاب میں ہوں

امتِ آئینہ کون ہے کیا نردِ او فکر ہے کیا آتی : جب کیا کوئی کہہ سے لگا بنا دے میں کس حساب میں ہوں

مثنوی استاد

محبت دیکھ کر دوسرے کو چوم لیتا ہے - ہوں پر جب پیارا نام آتا ہے محکم

مطع تو تب تھا کہ سونے وہ نہ پاتے اسے ضبطِ ذراہ ہوئی شبِ بہراں بھی نہ لاہوتا

غزل نصیف صاحب غلام مصطفیٰ موسیقی دودھیانوی ۵۱۶

بسمل بھی نہ مڑا بیجا میرے دل سے برابر : مشکل نہیں اور کسی دہری مشکل کے برابر
سطح نہ پاتا ہے آئینہ دل سے برابر : بیٹے اگر بسمل کوئی بسمل کے برابر
دینے نہ تو کم لگا کچھ غیر بیجا نسبت : حق جو سنیں سکتا کسی لعل کے برابر
بہن بچا احسا ہے نفسِ حزین کی : جو گرد اوٹیں جاتی ہے محل سے برابر
کیا مجھے دم وصل - شب وصل وہ نہ کہتا : کیا ڈوہی ہے کشتی بری ساحل کے برابر
خونِ جہاں آج مرنے حسن کے لئے : کیا کھلے تار سے مہ کامل سے برابر
بچتا دے مجھ دل کے لئے حُفرتِ مویں سے : نہ پہو میں مہا نہ اور : دل سے برابر

غزل عبداللطیف صاحب شوق

دکھانے صورتِ زیبا لکھ جان میں لہر سے : دگر نہ جان دیا گئے نہ لہر کر جائیے دگر
کیا سیادے بسمل کچھ کن کن اداؤں سے : بانگ سے ناز سے مزا گاند سے اور ابرو کی شجرت
سرِ محفل وہ ہوں نے پان لکھا غیر سے لیکر : نہ لکھوں پھر اشکِ خون برس ہمارا دیدہ و مرت
نہ التوجہ ہے اسے ساقی بچے یونہی سمجھ میں : ادا تو شعلِ ساعز سو اودھو ابر کرم برکے
محنت ہی ہوتی کی لنگ لے کیا خدا جانے : ڈٹا بیٹھا ہوں اپنا بیٹہ دل ایکس جفر سے
دشمنِ مویں سیاد افسے تو ہر دم ساتھ رہتا ہے : بھد کبر کبروں میں القاسم وصل دہر سے
نماہِ رشکِ بیا کر دھو کر زینتِ محبت : نہ مل جاتا نہیں اس شوقِ آئے جسمِ مرغ

غزل چو نہ عابد الرحمن ملک شمس آمد سری

نہیں

یہ محفل میں نہ رہا ہے نہ کیونکر بیکلی میری نہ کہ وہ سننے نہیں ہیں داستانِ حسرت بھی میری

نہ تھا

یونگی ملاقا توں سے باز آؤ کہا نہ کہ یہ کہنا تھا میرا توں سے کہ نہ سات آگئی میری

تجھ کو

اؤں کیا بچا ہوں، بھر میں کس طرح مر کر کہ نہ مناسب مقام کہ نہ دیکھتے حالت کبھی میری

بکھار

ہے آرائش کی فراغتیں پہ یوں ارشاد کرتے ہیں کہ دہے سو زیوروں کا ایک زبور سا گون میری

بجو

زباں شدہ دے عشق سے آتش بیا بوس نہیں زبانِ شمعِ محفل کیا نہ گئی ہم سری میری

بکھار

شاہد دیکھتا ہوں ان میں بھی انوارِ قدس کا نہ نہیں جو وہ اسے زادہ ہوئے دنگی میری

بکھار

رباں آنا ہے موجِ مینتی مجھ کو نہ کہ نہ مانہ حجاب اس مجھ سے ہے رنگی میری

کیفیت

ہو غم کو نہ کہ چشمِ تر کے سبز کھلے ہوں یہ گلستاں جہاں میں دیکھتے دریا دی میری

میں

بعضی محبت اہل حق ہے کچھ جو کہتا ہوں کہ میں تو شمس کیا درد و برا لیا مار میں میری

روں

غزل

بنا

تڑپتے ہم نہیں اس واسطے مانا جس کے نہ مبادا دل میں رہ جائے کوئی امن قاتل کے

یہ کیا

نم بکجو یہ فصلِ گل میں میادوں نے گل کے نہ جلدے برا و جاڑے آشیانِ سدا عنادل کے

بھی

پھر تادشت میں حیراں ہوتا تیس دیوانہ نہ جو میں تھا نہ کہ بھی مٹی بھی برجہ سے محل کے

ہو

آج آ کر ہے پہو میں جو سو جائے ہی پیکر : نعلِ صائیں ہمارے رونکے امان سب دل کے

۱۲۴۵

غزل در جواب سرور در اجلاس

وہ پہلی سی گنت ہے ۔ وہ چہرہ پہ بدل ہے کیا کس کے عشق سے تم نے حریف ہو چکا ہے
 ہمارے شہریوں نے ہاتھیں تیج بھائی ہے باادھے جو نہر جاں و فرائے سے نہرالی ہے
 ہزاروں حسرت و ارمان لڑکے غمغیرہ کے نہ ہمارے لکھ کوئی حسرت بعد تیس لکھاں ہے
 ہیں بے محفل انبار سے فرحت گرم کو نہ یہی کہہ دو قسم ہم نے یہاں آئی لی لکھاں ہے
 وہ ہستہ ہی کہیں انفاشی وعدہ سے لیشیاں لڑکے کروں یوں کہو غایب سے ابھی مہندی لکھاں ہے
 مگر وہ اندھا کما ہر دم فرو تیا ہے عاشق کو نہ بدے ناگہاں کوئی تھہرے آئے وراں ہے
 غمغیرہ معنی کوئی لکھاں ہے عاشق کو نہ مگر نہں پتو کیسا ہے وہاں داوہاں ہے

غزل صورت موسیٰ دودیا نوی

غزل کے نور کو وہی ماما جانا چھوڑ دے نہ آتش فرقت میں تو مجھ کو جلا چھوڑ دے
 آج جاہل م تو مہندی کا بہنا چھوڑ دے نہ اپنی وقت میں میں اب خوں رو لانا چھوڑ دے
 سولہ بیویں میرے تھلنا چھوڑ دے نہ میں نہ کہتہ رقہ الف کا بڑھا چھوڑ دے
 چھوڑ دے اندھا کو بس اور جا ہے کمال نہ میں بس کہتا کہ تو سارا زمانہ چھوڑ دے
 یہاں بس مزہ دیتی ہے بھی لی چمک نہ میرے رونے پر وہ بیکر مسکرا چھوڑ دے
 یہاں ناؤر ستم سپاہ کا چلچلی کا خوف نہ کیوں نہ پھر نہیں چھوڑ دے نہ آتش چھوڑ دے
 وہاں نہ آتش نہ خوف نہ وہ بیکر نہ نہ نہ نہ تو اندھ کو موسیٰ دودیا نہ چھوڑ دے

مٹی نہیں ہو رخ و سلم سے وہاں مجھے : مدح حق ہوا سب سے بد و بد نام مجھے
 اتنی شب فراق میں کیوں چکیاں مجھے : بات یہ وہ یاد کرتے ہوں دل میں وہاں مجھے
 انکا متا میں نے ہوسہ رکھیکے عوض کیا ہے : نہ نیر بہا کئے دینے لگے گا لیاں مجھے
 ہر دہلیس میں قیام : سزا تھا میں کبھی : ہر فکر و یاد گمارنے لگا ہواں مجھے
 میں ایک خاندانی سیلے : گاموں پر : کیوں خاک میں مودتا ہے : اے آسمان مجھے
 علم : ہر کچھ اپنے میں روشن روشن : کھڑا ہے مفلسی نے میری پرہیزاں مجھے
 اسانخیز و لگا سر پہ : لوں اکہب تک : نہ آتی ہیں بڑے کیوں : نہ لگا ہواں مجھے
 جو دوستی کا بھرتے تھے دم پرست : بار دوست : اب وہ نظر بھی آئے نہیں : میراں مجھے
 قسمت تو بگڑی تھی : رمانہ ملی پھر گیا : دیکھوں ابھی دکھائے گا کیا آسمان مجھے
 پیشینہ ہر جو دکھ ہے : پیش آئیگا وہی : اے فکر و نگار : کریم جاں مجھے
 خادم ہوں اہل بیت کا : یادوں کا یاد ہوں : کافی ہے یہ وسیلہ ہر دو جہاں مجھے
 ہوئے امید زلیبت نہ تھی : رنج و ہر
 دکھ ہے وہ اہل توکل نے یاں مجھے

Prancha

گھر پر توجہ کیا کرتا اور کھاتے اپنی آنکھوں سے باغ و اور عالم کو دیکھتا رہتا ہے اپنی آنکھوں سے
 نہیں دیکھتا بلکہ دیکھتے ہیں کہ وہاں کو تو دور دور سے دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 یہ وہ مشتاق ہے کہ ہرگز ترست نہیں بلکہ ہرگز نہیں دیکھتا وہ دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 نہیں نام نہور کوئی بھی ہرگز نہ دیکھتا بلکہ وہ دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 ہرگز نہیں دیکھتا بلکہ وہ دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 ہرگز نہیں دیکھتا بلکہ وہ دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے

غزل حبیب

خوش ہے وہ جو ہمیں سچ و ام دیتے ہیں نہ شاد رکھے نہ غم دیتے ہیں
 کیجئے دل جو طلب اس کے تو کہتا ہے وقتِ سخن نہ پھر نہ دینا میں اس شرط سے ہم دیتے ہیں
 کہتے ہیں ساتھ ترس دم کے نکل جائیے نہ دل کے رماں بھی دیکھو مجھے دم دیتے ہیں
 دکھ کے اس خنجرِ قاتل نہ کھڑے پر حیا نہ تجھ کو کم ابرو سے قاتل کی قسم دیتے ہیں
 رخِ جہاں سے کہتی ہیں رگِ ریزہ کی نہ کاٹ لے سکو اجازت تھے ہم دیتے ہیں

عالمیں تو سوا غیر سے دیں ہم کو جہاں
نشہ کو کچھ اسو کا ہنس ہو سے جو کہ دیتے ہیں

غزل جاں خلیفہ بخت بہادر صحت نمودای نوی

میرزا

جو بوسہ ہے تو میں ترسہ خرید او نہیں ہوں یا لہذا جاں مشتری گلیو نہیں بار و نہیں ہوں
جو خاک افتادہ ہوں میں اور وہ شکر بخت نہ جفا کاروں میں ہی نہیں ناز بردار او نہیں ہوں
روئے درد دل ہے جلوہ دیدار یار یا زنگس بیمار جاناں نے میں بیماروں ہی ہوں
بخت دلدار میں جرم مضطرب ہوتا ہے دل کہتی ہے امید مت کہو اترے بار و نہیں ہوں
لبہ او ز لہلہ طالب کو ہے مطلوب سے نہیں کہ نہیں ہوں بیک گلی جو ترسہ بار و نہیں ہوں
صبر بیخ شمع سے روئے کہتا ہے یہ دل نہ زور دے نہ کیسی نہ کہ نہ گرفتاروں میں ہوں
تے اپنا لہذا ہے اور دامن آل نبی یا بلہ باری ہے اگر جہ میں سب کاروں میں ہوں

غزل از خلیفہ مولیٰ لودیا نوی

ک

یہ نہ برقعہ میں صنم منہ کو چھپانے جائیے نہ چاہئے والو کہ جو وہ بھی دکھاتے جائیے
یہ صنم جائے تو ہجوم محبہ گویاں لکھو کر نہ محراب آگے بھرتے تو جاتے جائیے
اب یہ دیوار سے سے سے کھڑے ہی منتظر نہ روئے روشن سے ذرا برقعہ اوٹھاتے چلیے
یہ بوسہ تو پیرانہ لے ہم وصل کی نہ بولے بڑھ بڑھ کر نہ اب باتیں بناتے جائیے
نہو کیا میں درد و فتنہ کی بساں ہے تمام نہ لب تلک نیٹا اور کب تک سناتے جائیے
یہ کے شعروں سے موسیٰ بن بہن بکرا بھی نہ جانتے جاتے اور کب فقوہ سناتے جائیے

ک

ک

مادہ دکھ درد نہا بد رفا قریب سے با ہم ملی ہیں تیرے چاہنے والے قریب سے
 دو دین میں وکریں رہی ہیں غیب سے با ہم سی و سی جو موقع ہنگام غیب سے
 پھر کئی کو کشش آن دل غیب سے با ہمتا ہے نہ گماں گشت قریب سے
 میں مست دیکھتے ہی ہنسنے لگتے جیسے کوں غیب سے غیب سے
 اوکی نگاہ ناز تو رہتی ہے دور دور با چکل گزرتے بنی رہے دن میں غریب سے
 انداز رفتہ محشر نثار ہو با شوخی نو دیکھتے ہیں کیسے غریب سے
 بادشاہ افسردہ دلوں کو چھپرتو نہ نہ ہم نہیں بھٹکتے سو یوں حیا قریب سے
 ہم دل حلوں کا کام نہیں بجز اس کے کچھ نہ نکتہ غیب سے جگہ مدد غیب سے
 حاتی نے سچ کہا ہے۔ اے بخت میں حریں با بوجھ وطن کی قدم مار غریب سے

غزل از عقیق تاج محل صاحب

چاند باد و وحدت کا کہ کوئی پہنا نہ نہ نالے اب مرے خواجہ بٹھے ہی اپنا مسما
 لوطی رہتی ہیں مجھ با ادب تعظیم سے بریاں با سیما ترا و بارہے باہے بری خانہ
 میں دیکھا جو شمع حیاں چراغ واد نہ جد کرتا ہوں سوز غم سے بزم شل پروانہ
 حیاں زلف نے فرقت سے اکسائی پریشانی نہ دکھا دو روئے تباہاں اب کلمہ دہی ملی دیوانہ

غزل موسیٰ لودیانوی

ہاں ہر جس ہم نالہ فریاد کرتے ہیں نہ ہمیں تم بول بیٹھے ہو نہیں ہم یاد کرتے ہیں
 حب ہے فوج کرتے ہیں نہ وہ آزاد کرتے ہیں نہ بڑے ہم مرغ ہنس کی طرح فریاد کرتے ہیں
 بختہ رب دل میں دشمن کے شاٹھے سے مستغرق ہے ہمیں ہر جا کو کرتے ہیں اولے آباد کرتے ہیں
 عمار دین ایمان ان تباہی بندے ہو نہ خدا یا ہم ترے دربار میں فریاد کرتے ہیں
 مارے سامنے بوسے دیئے گئے گنگا کے تھام پر ستم کرتے ہیں وہ بے توداد کرتے ہیں
 فتنے اب دیکھو مگر ہر دوپٹہ تان لیتے ہیں یہ وہ عاشق ہر جفا میں منت نئی ایجاد کرتے ہیں
 وہ سنا تھو مرو نہ تے ہیں میری تربیت کو نہ لپٹی مرن و پیوں مٹی میری براد کرتے ہیں
 رانی کے گلے مل گئے ہیں ہر ہمدردی کے بارے میں قفس فریاد ہر فریاد کرتے ہیں
 ان قصیدے صورت کا خاکہ اختیار ہے صفو دل پر یہ قصیدے ادا م صحت بہ زیاد کرتے ہیں
 سی امید ہر دم کاٹتے ہیں بھگتی لہروں میں نہ دن ناشاد کو موسیٰ وہ کرم شاد کرتے ہیں
 بد ہے او دل راحت طلب کیا شاد ماں ہو کر نہ زمین کوئے جان کے بجائے آسمان ہو کر
 یا غیروں کو تسلا دینے کے ہم ہر گز کے مارے نہ اصل میں کسی دوستو کی نصیب دشمنان ہو کر
 ہر آہستہ بدوشی شوقانی ہو کر رہی ہے نہ صدائے جنبش لب دیتی ہے صدہ فغاں ہو کر
 نہ باقی رہا ہے بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ بے غم نہ

نزل العقیف لطیف جناب سید حبیب

۵۹

یہ دلوں کے لیے حق میں ایک نعم ہو: خدائی شان ہے اسی جس پر قمر خاتم ہو
 یہ دلی حسرتیں ہستی میں ایک تیر و پیکار سے: و ما داروں میں یوں آئے ہو جاؤ یو خاتم ہو
 جتنا ہے ہر دم تم کو کہا اللہ کی قدرت پہ کبھی تم کو: و مٹوئے حق سے اب ہم ہے خاتم ہو
 یہ تم فطرت میں غمراہ ہو: یہ تم کو لوگوں کی زبانوں و شہر کی ہنس میں یہ تم ہو
 علیٰ خاک میں اب ہم تو جبریدہ شہر ہو: اب ہم یہ چاہتے ہو نہ بدو جیسے خاتم ہو
 یہ تم نے کیا سمجھ کر نام رکھا ہے امیر دنیا
 امیر دنیائے کہاں سے ہو: عقیف ہو خاتم ہو



غزل جانا خلیفہ محبت بہادر محبت محبت لود پانوی

۱۔ وہ کہہ صرف ہے تو میں تیرے خیر اور میں ہوں نہ لقا صاں سے مستری گلیو نہیں بازار و میں پہاں
 ۲۔ بھوٹا افسانہ ہوں یہ اور وہ خیر کھٹ نہ وہ جفا کار و میں ہیں میں ناز بردار و میں ہوں
 ۳۔ اور میں درد دہی ہے جلوہ دیدار یار نہ گرس بیار جاناں لے میں بیمار و میں ہوں
 ۴۔ وقت دلہا میں جب مغرب ہوتا ہے دل پاکہتی ہے امید مت گھبرا ترے یار و میں ہوں
 ۵۔ لہ اور طالب کو ہے مطلوب سے نہیں وہ میں ہوں بزم بوترے بار و میں ہوں
 ۶۔ ہر بزم بزم سے روکتے ہیں ہم دل زور سے منگیں نہ کسانو گرفتار و میں ہوں
 ۷۔ تہا ہاتھ ہے اور دین آئل بنی نیلہ ہاوی ہے اس جہ میں سیاہ مار و میں ہوں
 ۸۔ غزل رشاقہ راہوری ہے کس سے بہت کچھ میں کس ان بان میں
 ۹۔ مسلسل بہ آئل غنچہ ہیکہ ہے نہ جو خار میں جن میں میں کی جان میں
 ۱۰۔ کیا کہیں ہے ہی سرخی نے ترے لہجہ : یہ خون عاشقوں کے سب پہن میں
 ۱۱۔ دل و عجب تراب ہے مقلی ہیں ترسی نہا رہے جہاں کے صدے رہی نیم صاں بزم میں
 ۱۲۔ بہادر ہو رہی ہے کھانا کھاؤں کٹی : جھانکے ہوئے گون کے مکان پر ہیں
 ۱۳۔ میں سے کچھ بوجھو صدیں جو لھلھ رہی ہیں نہ کرلے سرد تر ہیں نالے زبان پر ہیں
 ۱۴۔ عین بچہ اچھ خفت آئی ہے اب جوان : رنگت کھو رہی ہے چہن اوکان پر ہیں
 ۱۵۔ ہمیں تری غضب ہی تری کھوس تم ہی نہ دینیچے بگاڑ دیا اور دونوں سان پر ہیں
 ۱۶۔ جتنے وہ تھا

مادی بس دھونے و طاعت نوحہ و حسی کا شعلہ صہ بابا و مکیں

ہر قوم میں اپنے لوگوں کے لیے جہاں : ہر قوم میں بھی تو ہے ایک یہ مہمانوں کی

میں وہ تیرا دوست ہے، تم رقیبہ جی جی رہتے ہو کہ یہاں تو میں

جائے جنت میں یہ کہو کہ مجھ کو کیا ہے : ایسی بات کہو کہ وہ اعدائے مرے کا ہو مگر

دور دور و تیز تیز ہو کر آج جو غریب نے معجزہ کیا وہ کسی عیب و عیوب کے ساتھ نہیں

لوگوں کے سبب خوش و غم رہنا جو ایسا محرم ہے : بشکر ہے اب تو میں شامل ترید ہوا ہوں

زیادت ہے جو حقیقتِ غیب کے گویا : ششگنیہ بین کے بعد دی ہے ششگنیہ انوں میں

مت کا دل تو کلزارِ عیاں میں ارقی نہ ہوئے الفت ہی نہیں اب تو مجھے اُس کا نہ خبر

عزیز فقیر دیوی

دوسری نظر اولیج ادا کیم اور لیتی ہے : اور دھوکہ سے ہری ماری دنا کیم اور لیتی ہے

یہیں تسلیم کرنا ہوں جبرائیل اسی تم نے دستورۂ ملک اس زلف رساکم اور کتبھی ہے

میر و بان کے ترقیہ نیکیوں دیکھ کر زانیہ نے دھڑکی ماری اور اودھم مچا کر اور کسی

سوال و فصل ہر حال میں وہ انسان کا بدلہ لے کر آئے گا اور اس کے ساتھ

خدا حافظ ہے کہ وہ ہم سے دعا کرتے ہیں۔ یہ سادہ اور آسان ہے کہ اس کی

جاکھی جاکھی عادت ترے انکاروں کی نہ جانے لگی یہ کجنت طلبکاروں کی

نسرستی کچھ تو اٹھتی ہیں طلبکاروں کی نہ تو کس قائم رہے دائم ترے سونباروں کی

وٹی باتوں میں نہ آدیکہ تو اعیانوں کی نہ سب دغا باز ہیں باتیں ہیں یہ عیاں کی

کے دل مجھ کے کبھی بات بوجھتی تم نے نہ کیا یہی باتیں ہو کرتا ہیں یہ لہروں کی

پردوں سے ہیں چلیں شوق عیاں وار ادھر باتیں ہی دیا عوں تو روائی ترے تیرے عیاں کی

عدو مسل یہ ہے نہ کنون صاحب بنیاد دواتا ہوں ہم بے کے قراروں کی

نوشوخی ہوا ہوا کولہ تبستم اسے جاں بدلے دشمن ہیں یہ بات ہے ایک عیاں کی

نفس کی نہ ہے ہم روتا کیا ہے نہ کورے اڑی ترے کہ دن افسانوں کی

ہوں گزرتے ہو گلا ہے خیر کیا نہ کیا خطا یثی ہے کہیے تو سزاواروں کی

ریشہ مر گئے اسے جاں نہ دامت بیسی نہ موت یوں ہی تھی مکھی ہجر کے بیماروں کی

بے منتظر دشمن بھی تو قاتل ہیں نہ آئینے نہ دیباہی تم نے دیا اپنے وفاداروں کی

میر کا شوق ہوا ہے ہرے یہ سب کچھ ہے میر سی میر گلی میں ہے فریادوں کی

نوبل دل نالہ اس کی بدست ہمدوم نہ سننی بڑا قیاس لڑی باتیں ہی اعیانوں کی

شیریں دیکھی ہے رگت باری ہمدوم ہوئی کس طرحے بخشش ہے نہ ہماروں کی

کمریاں چاک کچھ مکڑے نے واس کے پیچے ہیں ہر خونِ قاتوب محتاجِ ہر سہ کے بستے ہیں
 دوسری سے پہلے وہاں جو چلن کے پیچے ہیں یہ بھی میں نے اپنے واسے واہی ایسے کے پیچے ہیں
 وہی تم نے مجھ کو دیا کہ تم ہم کے گرد ہیں کہ وہی تم ہیں کہ اس کے پیچے ہیں
 جو آج صبح کی دل میں اوشے کے سبب ہو کر لگیے نہ اچھی تو سنگار در ہر اکو بتِ ہر فن کے پیچے ہیں
 سی مالیدہ لب کیوں میں سے پوچھے کرکھش میں یہ وہ مجھ سے مجھ سے سائیں تو کھٹکے پیچے ہیں
 دما پری خدا کی کو میں کچھ نہ درمئی ہے نہ نظر کیے کے واسے میں کے پیچے ہیں
 غضب ہے بے جھوٹی جھوٹے کھنڈ چو کھنڈ دنا یہ عالم ہے کہ گویا گزرتی وہ تمہیں کے پیچے ہیں
 عدو کیا تو فرما دے جو کھل سے خلوت میں یہ یہاں پہچانے والے میری جنوں کے پیچے ہیں
 وطن کے سے ریاض اوشے میں یہ ماہر لیا ہے نہ در دوست یہ اوشے کے آج سایل بن کے پیچے ہیں

غزل تیج

جنگی جاننے ستارے ستمِ ایجاد مجھے بہ مثلِ تیرہ یوں آتی ہیں فرما کہ مجھے
 آئے ترست یہ دری روئے نیاد مجھے نہ حکم اور اے لکھ جب کہ تجھے مراد مجھے
 آج کیوں پہچاں آئیں دلِ ناساد مجھے نہ شاید اوس ن شوح لکھو لے سے لیا نہ
 میں وہ دیو یوں لپٹے جاز کو مر نہ بعد ہر یکے کھینچو لپٹے ہری زاد مجھے
 تیرہ ہر ہر

ماتل نے ہر تکت کو بھٹا ہے : ہفتی میں بھٹ بھٹ کے دول نقاب
سے فاک کوئے یار ہوں گے کچھ نہ کہہ دو ذرا سمجھ لے اوڑھائے سوا ہے
سرست عشق ہوں گے ہنسی خیریں نہ کوئی اور نہیں کہ بوجھ لے دیرا پتا مجھے
وہ تھا جو میں تو برانا ناما مال ہے : ہائیں چان سے خفا ہوں نہ کرنا خفا ہے
اوکھے غم میں ہے میں تیرے غم کے غم ہوں : کرب عکس مارا ہے تجھ سے سوا ہے
سفر و دور سفر میں سب کچھ نہیں گھر : اللہ ان بتوں سے نہ لے جدا ہے

اخبار رتیج از آتش رقم حضرت سعد بریلوی مورخ ۱۳۵۰ھ
دور بعد از سنی مسک اوو کوئی دیکھ پائی نہ نہیں تنظیم میں گھر و صداقت سگڑاں ہیں
ہٹ کستے ہو فقرے مائوی جی پر کھڑے یا نہیں اچھی ہے مولانا ظفر : یہ طرز ابلیسی
ہاں تم غفلت مکتب اور کہاں وہ جوہر قابل نہ نہیں یہ بھی خبر ہے سائنس کے ہوتے ہیں کیسی
میں کیا نام ہے دنیا میں تہذیب و متانت سے اولیٰ ہے کہ پڑھنے یا کھینچنے کی جیسی
وز فکت دانش سے ہوتے آتش نام ہیں : ہاں کہوئے سید پڑھ لکھ لکھی بیٹاں کی جیسی
ہو آتا ہے مکتب : نہ لے عینڈ ہے لڑا نہیں : ہمارے غریب ہے حلوے اور ماہر ہے کہ پائی
چہ کی ہم کہتے تو ابی گد جا بگئی درجیں : بلکہ اوکو گدہ کیوں کی طرح ہوا خیر سے سی

دلہنسی ہی منہ کہ فانیوں کی کج رویت ہے

جو اسی کے نام نہ کرے وہی ہے

یہ میں ہوں کہ جو لہو کجے کوئی سی لے نہ لیا گیا

یہ نہ کہ جو کسی کی ہل صد کسی دل سے

کوئی محبت ہوں جو وہ نہ کہوں کوئی نصیب

کوئی محبت ہے جس کے کوئی نہ میں کہیں

نہ تو میں کسی مایوس ہوں نہ ہی میں کسی مایوس

جو جبر لیا وہ نصیب ہوں جو جبر لیا وہ

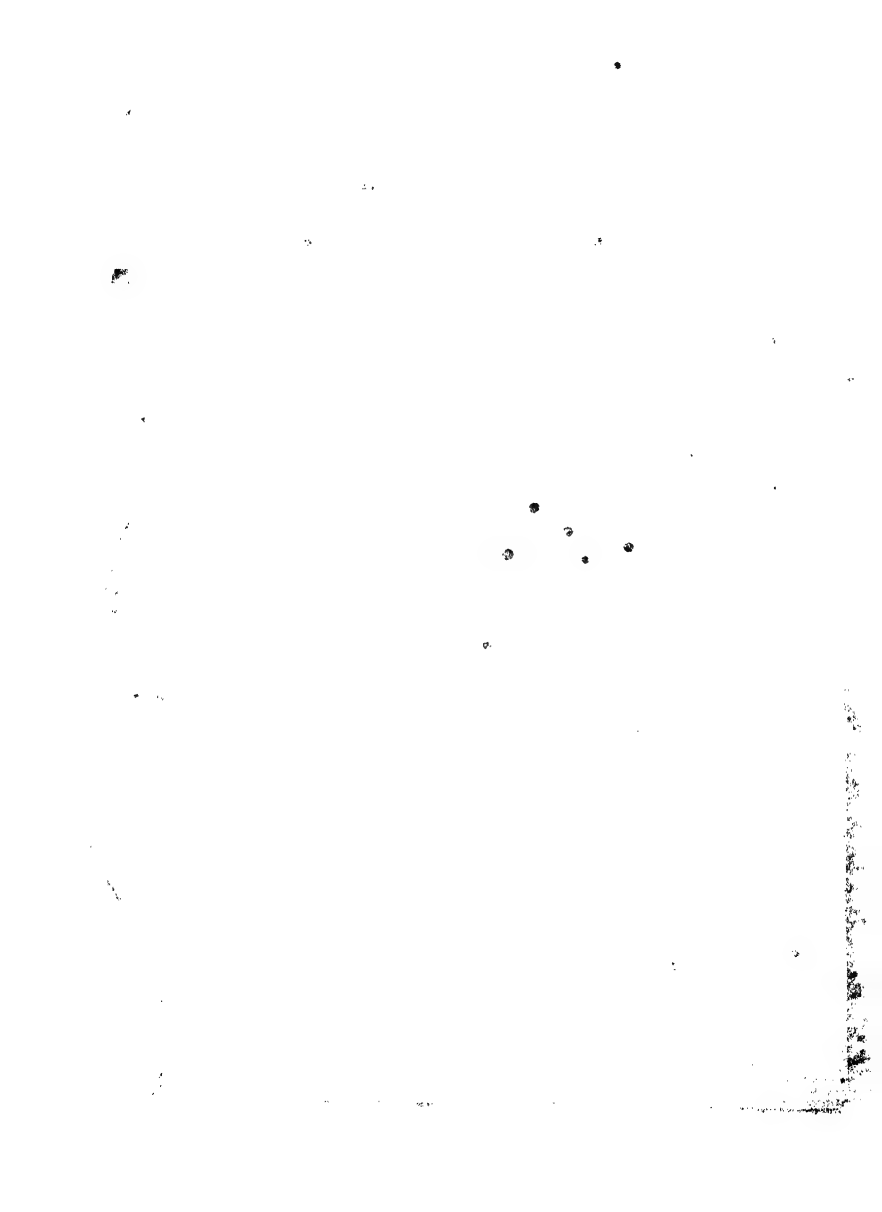
یہ یہ مجھ سے کچھ لیا جو نصیب تھا وہ کچھ لیا

جو نہیں ہوں سے وہ لیا میں کوئی نہیں

کوئی نہ کہ مجھ کو ستائے کیوں کوئی دو کھے دل کو دکھائے کیوں

کوئی سوتے نیتے جٹائے کیوں کہ میں خود ہی جان

.....



از بہارِ دشتِ نظرِ دہوی

رہی جو لب دیں ہوئی خاکِ پائے خرویشِ بختیں : اگرچہ شاہ ہوں اولیٰ کا نامِ مہتریں ہو
 دوسری کے فریضے نامِ روشنِ برائیاں ہیں : گو ترہ یوں تو دلِ لعل سے شعلِ شکیں ہو
 پر کہہ سے غرض مجھ کو نہ بتی کہ سے کچھ مطلب : ہریشہ بختِ اوکھے آستانے چرخیں ہو
 رہیں رندِ میکش پر رہوں اور کجی بخت میں : رہیں خوش مجھے یہ صوفی خوشی ہو
 مجھ کو خفا و عینک و دوزخِ ابر میں : و لیکن یہ تمن ہے کہ اولیٰ کا ہوں کہیں ہو
 یہی عقدہ کشا میرے چہاں رہنا میرا سچ ہے : اولیٰ کو اپنا حامی دنیا و دین ہو
 بہارِ دشتِ دیرانام ہے مشہور عالم میں : لیکن اے نظرِ اولیٰ گدائی و نشی ہو

دیگر

تصورِ زلفِ مشکین کا ہے کیسی بندھا کھکھو : جہاں نہیں جزو نظر آتا ہے اک اندھیر سا جو
 کہ بلیں نے عشقِ صل میں یہ حاصل ہو کھکھو : کہ غنچہ ہی اڑا دیتے بجا کر چٹکیں مجھ
 کسی صورت تو میں احمد غفے پہنچوں کوئی جاننا تک : ہٹا کر دھول ہی پیر لیجیے : ہر صبا
 ضرور دنا دل نے بھرتے ہیں کان اپنے تو بدتر سے یہ چھچھ مرنے حسنِ خوش آئیں کیا کی
 محبت تو جو یہ دل ابتدا میں سہل سمجھا ہے : نہ نظر کچھ اور ہی آتا ہے اسکا انہما مجھ کو
 مزارِ اس عشقِ کا وہ ہے کہ جس سے سب مر رہا ہے : یا د دنیا کا آقا کوئی مزار مجھ

از حضرت بیات میرٹھی

یہ اتنی ہی تندیوں دھوم سے و بار بار قاتل ہے کیا کیسے سترہ قیدی تر کیسے ہاتھ میں دل ہے
یہ دھوم دو عالم میں کہیں آرام کا پہلو نہ بہاں کردوں وہی بخشش اور ہر دم سوا و دہر دل ہے
مرا دل نے کچھ شیشہ کی طرح بہتر یہ دیکھا ہے میں کہتا رہ گیا غلام میرا دل ہے میرا دل ہے
وہ جیسے ہیں مرا بہاں میں کہتا ہوں مرا اور ماں کو کہتے ہیں مرا کہن میں کہتا ہوں مرا دل ہے
تیرا لگا لگا کر ہے یاں شمشیر و کئی چلتی ہے یہ پھر ورجز الس آج جیلوں اور مرا دل ہے
مرا دل ہے بیت عاشقی پہ اور کہتے ہیں شفی سے نہ لڑ ٹھکانا تو ہے آسان جی او ٹھکانا تو مشکل ہے
راہوں میں سکر بیر کے جھنڈے یوں بولے دلوں کو بچاؤ عہدہ راہی دلوں میں کوئی دل ہے
اسے سجدوں کے پوچھتے ہیں قتل عاشق کو نہ آواہتی دے آسان ناز کی کہتی ہے مشکل ہے
طاہری ابرو برے کیسے کچھ نظر میں تیری دہریاں یہ یہ تو جس طرف ہیں اور تی شہناہ دل ہے

برستے ہیں بیتاں کے لب سے کنو الہوش کے موتی

کہ فیض آسمان اس خاک کے پتے میں شامل ہے

روشنی شیریں گھماتا چارو دہی

جہ پیش نظر جو وہم آتا کہ یہ ماہ : چار میں سمانا نہیں دیو انا کہہ
 مہ پھرے دینا چھ بیباک یہ ماہ : نظر و کہیں ہے عمر نہ جاننا کہہ
 ہر وہم سے آزاد میں ہے نیچا نہ لکھا ہو ہے مجھ بٹ گھوڑے سے کہہ
 تک رہا شہید کو میں ترسا کیا کہ نہ کہش میں سمجھ نہ کہہ
 مہم نہیں اسکی قرضہ لکھیں یہی ہے ماہ لکھنے خول عمر نہ جاننا کہہ
 اگر شمع ترے سنی اور اس سر محفل نہ دو ہمسروں میں چلیا چارو کہہ
 کہتے ہیں اسے بنے مہر کا بگڑنا : اقرار تو کرنا : کہہ آنا نہ کہہ
 بیباک ترے ان لگاؤ لطف کا دل توڑنا : اسے نہ گسستا نہ کہہ
 ساقی نے بنا رکھا ہے ہر اک ماجد ظرف : دیتا وہ کیسکو نہیں بیباک کہہ
 حبت جھ تو چل شیخ دکھا دینگے تجھے ہم : جنت ہے اس بڑا قیل کہہ ماہ نہ کہہ
 سجدے سے غرض ہے ہمیں اس سے نہیں مطلب نہ کہہ ہے لکھا کہہ بیباک کہہ
 حبت جھ بھی نقطہ سوزِ محبت کے اثر سے : جل جل کے فنا ہو گیا ہر وہ کہہ
 اے ناظر رسائی ہو کہیں تا سر کیسو
 میرا دل صد جاگ بنے سنا کہہ

از منشی شہید گنجہ تاز دہلی

بون بے میرا پسو کوں وہوں کے سامنے و جیسے کوئی چراغ ہو کالوں کے سامنے
 چلتا نرس و دیر سے دنیا لوں کے سامنے نہ آتے ہیں روز سامنے والوں کے سامنے
 لپ سا مری بھی ہے ترسے بالوں کے سامنے نہ منتر نہ چل نہ کھا کوئی کالوں کے سامنے
 سرم ہے فصول یہ غماض ہیں بُرے نہ آ جاؤ اپنے دیکھنے والوں کے سامنے
 دل راہ و ق و شوق میں پابل ہو گیا نہ میری نہ چل نہ سکی تری چالوں کے سامنے
 جس و قمر میں حسن کی اتنی چھایا کہاں نہ شرمندہ دوں نہیں ترے گالوں کے سامنے
 دلِ حریف کی سنبھلنا حال ہے نہ غم کے مقابلے ہیں ملامتوں کے سامنے
 شرم میں محذور نہ علی لم سے بن پڑا نہ چپ ہو گیا وہ میرے سوالوں کے سامنے
 ہیں اور اس میں سے دیکر رہوں چہ خوش ہوئی کہاں لیا دینا ناوں کے سامنے
 ہیں تو ہم بھی کوں نہ بیاہنے کوں لم نہ بچھو کوں کو ملک کے ایکے گالوں کے سامنے
 نہ بھی ہیں ہر کسی کے کو کھڑ جاتے ہیں قوم نہ پھر نیچے کیا عدد میرے ناوں کے سامنے

اے تاز ناز و غمزے سے لازم ہے احترام

چایا کرو نہ حور جمالوں کے سامنے

احسن بادشہ

آنکھوں والہ حسن کا مشتاق و شہد کیوں نہ ہو وہ دل سے پہلو میں تو کبھی دل میں تنہا کیوں
 و فطر اس دل سے لے کر قابو کیلئے کیوں نہ ہو یہ سہمی بیدار میں کوئی کس کا کیوں
 کچھ نہ کہہ میری دعاؤں کا نیچہ کیوں نہ ہو یہ آپ جو چاہیں وہ ہو اور وہ کیا کیوں
 و من ہے اس شہر و قایم ہے اس ملک میں نہ گرم نہ سرد نہ ہو ٹھنڈا نہ گرم نہ ہو
 مدعی سے نیل و دریاں کی خوشامد و لپہ جبرئیل سے لے کر سب کچھ ہو کر کیوں
 اس شہر میں ہے دل کے خریدارو۔ چلو یہ کچھ نہیں شخصیت کوئی لے کر وہ کیوں
 ہم نے لے کر تو کل سیر ہو چکی تھیں میں فتنوں نے ویرانہ کرنا ہے تو ہر تاج کی کیوں
 ہر جگہ جہنم میں بھی چھوڑی نہ اوسنے تک جہنم تک نہ خود جو رسوائی کے لیے ہو کر کیوں

بعد وصل احسن کریں کیا شکوہ رخ و فراق

عیش جتنا ہو چکا ہے غم بھی اوتنا کیوں ہو

کہاں سے لے کر یہاں صدیاں یازدہاں میری یہ مزا جب تھا کہ خود مجھ سے وہ سنتے داستان میری
 تو صاف لے کر یہاں کالہ مجھ کو چاک کر ڈالو نہ تمنا ہے یہ دامن کی اڑا دو دھجیاں میری
 اُس دم لے کر محبت کا غلط ہے مجھے خنجر بہ حقیقت صاف نفل جا بیل و توتہ امتحان
 بنایا جبکہ تھا آستیاں صبا دجا ہو چکا نہ عمر لڑی ملے تھے چیتے چیتے باغباں نہ

شعرہ و تو مائگہ میں بٹال سے لڑا، صحر طرخ، بجلیاں گرنے لگیں ہیں خانہ صیاد پر

از اعتبار اشعار مننی چوڑی ہر شاہ و ملک سنیہا و ہوی

بجلیاں ٹم کی گریں تیرم دل ناستہ و پر نہ ہونٹ عاشق نہ گئے ہیں لذت فریاد پر
کج تنہائی ہیں یہ مونس رفیق دروہے باکیوں یا ہوں سوجاں سے قرباں تمہاری یاد پر
ہوں یا بندہ یا یہ عہد ہے بد عہد کا بہ الفیاء او کھٹے لگیں ہیں اب الف آزاد پر
پس سے ہیں زخم دل کیوں اسیر ان نفس بہ بجلیاں گرنے لگیں ہیں خانہ صیاد پر
طف کچھ ایذا کے سہنے میں ہمیں ایسا ملے با خون صدق ہو رہا ہے خنجر ہمداد پر
کہہ چھپکا تے ہی دنیا میں تو یہ ہو گیا نہ رنگ ہے نیرنگ کا یہ گلشن انجہاد پر
و جفاؤں میں تھمکی مزا آئی نہ دل لگا بیٹھے ہیں ہم بھی لذت پیدا پر
مغز فزات میں تھلایا ہے وہ فرقت نے حیران نہ حسرتیں ہو انہ ہیں آہ دل ناستہ و پر
لذت جو رہا بھی ہے رقیبوں کے لئے بہ ہموک شکوہ ہے کیسے تیروہ پیدا پر
ہاں زنداں میں بھی دروم فریب آب و گل نہ آئیں دو کھال گائیش اوس عالم ایجا پر
پس گیا ہر فرد کا تار گر باں میں گلا نہ رشتہ حق کا یہ پھندا ایر گلیا آزاد پر
بھوکا کھٹکا تھا بڑی دیر و حرم کی جیب بنا بہ دو گلو ہمیں کپوٹ پر چاٹا لگی اس بنیاد پر
صفائی زباں شیدا کہاں ہے بند میں با فخر امدو کو ہواست و جہاں آزاد پر

روشنی شیریں گدھا تار و بنوی

ہمارے کئی چہرے ہیں سب پر شہرت و تیر : پہلی بکلیس کے اب کو تھکے سے صیاد پر
 باغیچہ کی مہربانی دیکھ کر صیاد تیر کا تیر سے گلتے ہیں قلبہ پہلی ناست و تیر
 کیا کر لیا اب بھنا فز قیدی و صیاد پر تیر مجھدیوں آکرے لگیں ہیں خاتم صیاد و تیر
 مرنے والے سے پس درون کردار استغفرہ خاک بھی تمھنے نہ ڈو اکی کشتہ ہیدا تیر
 آوے دوزخ عذاب لب لکھ لکھ شہر تیر مجھدیوں بن بن کے ٹوٹیں خاتم صیاد پر
 اپنی بیتابی سے میں کیا کجا بھل بدوئی و قتل : خون کے چھٹے مرنے سے دامن جلا دیر
 خاکساری نے پس مون دکھایا یہ عروج تیر خاک اپنی اس کے بونچہ چرخ بے صیاد پر
 پس سے بڑھ کر خودی عاشق کیا بھوئی مجھ دیہ میں خدا کو بھول بیٹھا ہوں تیر بھوئی و تیر
 شمع جلتی کسے دیکھ سوتے بالین مزار پہ بھول ڈالے کسے نہ رت تیر ناست و تیر
 آپ چرخ ہرک مشق شتم میں ہر گھٹے : کیوں شتم ترجیح دیں ش گورو کو استاد پر
 سخت جانی اور نرا اکت میں برابر لے چوٹ : دیکھتے نبتی کچھ کیا اب ضمیر جلا دیر
 دیکھنا ہر کسے نہ بے ناست قدم دونوں میں کون : ناز بے محمد کو وفا پر آپ کو بیدا دیر

حسن معنی خیز کے تیلے ہیں بیٹھے ہیں ہمارے

یہ سعت موصوف ملے خاک جہاں آباد ہے

از پندت راجہ سرائیں صاحب ارمان و مہدی

عین ساری ہیں جانِ باہلِ ناشاد پر نہ ٹوٹ کر رتی نہیں کبھی صیا دہر
شکبہ سی ہے دم شکوہ کسیکی یاد پر نہ موتیوں کی جھالیں ہیں دامنِ فریاد پر
ہے محض گستاخ بدلی ناشاد پر نہ آسمان ٹوٹے الہی خاند صیا دہر
آہ و جو میرے شکوہ ہے اوپر نہ شورِ محشر جیجے اور ٹھٹھا شورِ مبارکباد پر
وہ بندھوا لے نہ بندھوا باہلِ ناشاد پر نہ سہو سہو اگر جان دینا خاند صیا دہر
پہ خود بیدار کر سکتے ہیں بیدار پر نہ آسمان ابھی ہے پس پردہ کہیں امداد پر
زکرتی تھے لکڑی ہے دلِ ناشاد پر نہ حال یکساں ہے ہمارا اوپر بیدار پر
قم ایجا و ستم ہے اس ستم ایجاد پر نہ ہے دو گونہ ظلم جانِ باہلِ ناشاد پر
ن شکستہ سوں میں اس درجہ و فوریہ کست بہ لکڑے ہو کر لفظ آتے ہیں سب فریاد پر
س لگانا ناز سے اونے لرایا ہے بھے نہ آسمان بھی رشک کرتا ہے من افتاد پر
تہ ہمارے سر لب زخمِ جگر سے یہ دعا با خون کی دھاریں الہی خیر جلد دہر
ہے یقین قیدِ نفس سے ہوگی آزادی نصیب بنیادیں نالے مرے اب خاطر صیا دہر
کیجئے کہ دن پہونتا ہے یہ اونکے ہام تک نہ دیکھئے کہ نزلے طائرِ فریاد پر

از جناب محمد علیو حسین خاں صاحب عثمانی مستقیم نور تھابیر و کل نشان ہائی سکول دہلی
 بہ بعد از بہ آئے ہیں ترس کے لئے کو بہ دیکھنا چھوڑ دینا کسی افسانے کو
 بہ رشتہ تو بتا دیجئے دیوانے کو بہ کو کسی راہ چلی جائیگی ویرانے کو
 بہی محض میں کوئی موت کا سامان نہیں بہ تیرا بیمار تو تیار ہے درجائے کو
 بہ ترے پیرمناں یاد رہینگے جہر پہنچے نہ تو نے ترس دیا گھر گھر کے اوتھر جانے کو
 بہ فیتن خوب سمجھتی ہیں نصیب میرا بہ بھکیاں جان گئی ہیں درتے مائلے کو
 بہ کے نے دی مجھے اوس شہیخ نے اور پائی میں بہ مستی چشم مار دی میرے بھگانے کو
 بہ اے والہ ہمارے بھی ہیں اوس بستی میں بہ ہم بھی ہو آئے ہیں دنیا میں قسم ہونے کو
 بہ کے باجم محبت کا یہ وارثہ ہو گیا نہ ایک بھی تار میرا نہیں کھنڈائے کو

غزل انگریزی وار دو

اے دلطف ادھر سے تو ذرا مائی ڈیر نہ حسرت دید میں بیٹا ہے غم یورادھر
 بہ یسوی اس کس جو کہا میں نے تو سنکر بولے نہ آئی ول بیٹ یو و دین ہیرا و بیگر
 بہ میرے یار کو بہ کیا تو سن گئے اے رقیب نہ آئی ول سینڈ یو ان جیل پیر دی جمیر
 بہ ایک فرنگ کے کیا محقق تو یہ سب ہیں خطا دی ہر دور درد و فاد و انیکل سسٹ
 بہ ہم کو کڑا یونیک کبریاں کو کڑا بیٹ بہ صبح کو کڑا مارنگد ہو دن کو کڑا ڈے سر

بوڑھے کی شادی میں سہرا

بوڑھے دو ہفتے سے بچس پہ ہاندا مہرا بن سکے اداوت کے گوندھا ہے یہ چھپا سہرا
 رورہوتا ہے یہ بوڑھا کہیں جلدی کا مہر ہاندا تھا ہے اسی اداوت تیرا بیٹا سہرا
 مسخرے تو نے بھگو بھی دنیا میں ذلیل بنے جو مکر بوڑھیکے کہ چہلے یہ کہتا سہرا
 پہلے منہ پر پڑی سہیت ہوا اندھیا رہا کہیں رہا ہے رخ ٹوٹا ہے یہ ایسا سہرا
 پیٹ میں آنت نہیں منہ میں کوئی دانت نہیں : جھریاں کا گوندہ اور الا مہر زری کا سہرا
 دیکھو دو ہفتے ہی دو ہفتے کہنے لگی یہ ہاندا حکم آیا ہے یہ تو میرا دادا سہرا
 کھٹکین کرتی ہیں تقریر بہم جنس شکر نہ ہم بھی دیکھو کہیں جھوڑا لڑکا سہرا
 دیکھو بوڑھیکے صورت کو والے سب اتھے تھے : ہاندا مکر قر سے لکھا ہے یہ مہر سہرا
 بہت ہستے ہوئے دیوالے ہراتی سارے جبکہ رہا ہوں نے محفل میں یہ گایا سہرا

از پٹت رادے شام جب کوئی رتن بریلوی

بنا پتی سونامب سنار (ٹیک) پتی ہی برت چھتی ہی تپ ہے - پتی ہی خلع کرتا
 پتی ہی کے پت ہے اس تن کی پتی پت راکھن مار : جب ٹوں پتی ہے تب ٹوں پت ہے
 بن پتی وپ ہزار - جن کے پہرہ چرن میں وہی پتی برتا مار : ایک پتی برت رہے جگت یہ
 تو سب برت اسار - بنا پتی برت کے ماری کا جیون ہے دھکار - بنا پتی سونامب

ہر دم ادب و ہی ماکلام برزخانی لایہ یاسد اس تکب خذ انجی دھبی

از نیچہ فکھ افکار الشجر امہ راج بہا ور حب برق دھبی

افقائے رنگ کہاں۔ طش جہاں کے لئے : بہار خندہ گل وقت ہے خزاں کے لئے

موتیاں میں تو کلم مری زبان کے لئے : مدد ملے دل مجھے منبٹہ غم میں ان کے لئے

لگائیں تیر پہ تیر آپ امتحاں کے لئے : بد وہاں زخم کو پیچھاں میں زبان کے لئے

اتنا فنا کے لئے بے فنا جہاں کے لئے : بد بکشا کبھرا وسپہ پیمانہ کے لئے کہاں کے لئے

راز دستی منو ماں سے زخم زخم ہے حل : ہزار تر میں ایک قلبِ خوئیگاں کے لئے

پہ اہم سے سراپا ہوں شدوہ خاوش : زبانِ شمع ہے کافی مرے بیانا کے لئے

ہوئی خیر زمین میں ہے آتشِ حل تیز : بنے یہ آگ نہ ہلے کے آشیان کے لئے

ہن پہ ٹوٹی رہتی ہیں بھبھیاں یہیم : ہلکے سے آگ برستی ہے آشیان کے لئے

بنے وہ دیدہ تفاق زخمِ دل مرے : نظارہ بازیِ حسنِ نمک فشاں کے لئے

مستم شکار و گشتگی میسر ہے : قتال آسپا کو شل ہے آسپاں کے لئے

تیری جہیں مومبارک درِ حرمِ زاہد : یہ سر ہے سجدہ سگ و ریتاں کے لئے

عقیر یا سر سے ارمان و میں خون ہوئے : وہ اسکی سرخ ہے جہنمِ خوفشاں کے لئے

S.O.T.N.P.

۱۶۱

شکستہ نہ تھا ایک کھولہ قدم نہ ملتا نہ ہیں ایک جلوہ غور مشید صوفیوں کے لئے
 ادا ادا ہے نہیں ہے رنگ مر راٹھیل یہ آج حشر کا سماں ہے یہاں آئے
 ہے جس کے واسطے جو تھے اوکوڑیا ہٹے کہ راستی پٹے ناوہ ہے ہم کماں کے لئے
 نہ شکستہ نہ کوز، جناب قلب بخون اسید غم یہ سرخیاں ہیں محبت کی دستان کے لئے
 مری نازل نہ ہو کیوں برقی رشتک دشت گل
 کہ ارمیاں ہے یہ یاروں شکستہ وال کے لئے

ازلیات راج نہ ایش صاحب ارمیاں اویز اخبار ایستادہ

توڑیں بہار باغ اہل ماں سو بخش ہو عشق کی نرنگی کماں کماں سو بخش

کہتے ہیں مجھ وجہ قیام عالم نہ جو سب ہے دونوں ہے دو آسمان ہو گئیں

بہتے خاک سپر مگر امتحان کے لئے نہ زمیں بنا ئینگے بیدار آسمان کے لئے

دیا ہے آپ کو دل مشق امتحان کے لئے نہ رکھی ہے جان حوس مگر نہ کہاں کے لئے

تڑپ رہا ہے جو برسوں سے آئین کے لئے نہ قوم نفس سے نکلتے ہی باغبان کے لئے

یہ راز دل کھلے وہ امتحان کے لئے نہ زباں بیاں کے لئے ہے وہیں فتیوں کے لئے

تڑپ رہا ہے ہمیں لمحہ میں ترے مکان کے لئے نہ زمیں سر پہ اٹھائی ہے آسمان کے لئے

بقا بھی خیر نہیں تھیں نہ آئے دوام نہ گئے جہاں سے تم عمر جاوداں کے لئے

زینب حسن زخمِ سحر و مہرِ حسرت بادۂ تین باب ہیں الفت کی داستان کے لئے
 بے ساقی اشکِ رواں کے دل میرا بٹل ہے مار رواں سالہ کارِ رواں کے لئے
 عینِ وصل کے کہیں برقِ محمد کے حلِ مہکتے نہ چین کو بھونک نہ میرے آئیناں کے لئے
 ہوا وہ ہے تیغِ بھی تم سے سنبل بھی سکنی ہے با تم امتحانِ تود و میرے امتحان کے لئے
 ہوا وہ کام جو طائر میں سو نہیں سکتا - منزِ خیال میں ہم نے ترے کماں کے لئے
 وصال و بول جا ہوں جو خانہ ویرانی نہ تو شبِ جبرائیل بنے برقِ آئیناں کے لئے
 جدا ہے ترے نام اور خیال کا لطف نہ کوئی ہے دل کیلئے او کوئی زبان کے لئے
 کہاں وہ طالعِ بیدار ہے جو مل جائے نہ نصیبِ خفہ میرا جہنمِ پاسبان کے لئے
 سائی و نیکی ہم کیسے ہوئی نہ جنت میں نہ ہم زین کیلئے ہیں نہ اعمال کے لئے
 بازِ عشق کی باتیں ہیں داورِ محشر نہ جدا ہوئے روزِ قیامت میرے پیار کے لئے
 ہوا ہے لعلِ بدخشاں کے گور میرا روشن نہ بچا نہ لختِ جگر جہنمِ خونِ لاشاں کے لئے
 نہ جھوٹا کوئی بھی پرکھاں تمہارے تیروں نے نہ دہانِ زخمِ ترستے رہے زبان کے لئے

ہوا جو دردِ سیکویہ دردِ مند تو

دل اپنا وقفہ اٹالِ غمِ جہان کے لئے

Chaudhary

قوی ملک

نہ سہی اب نہ کہیں میرا شک کا نہ بھارت پر آؤں الہ ہر گھر تیرا مانہ بھارت
 تجھ کو تو ادا ہوا نہ ٹیک مہاشا کا زہمی درخشاں میں نہ کسی بات کا دانا بھارت
 دوشو کا تجھ کو نہ ملے۔ پرست بنا دیکھ تک بہ لڑا مال سے ہر دیکھ نہ ادا بھارت
 تیری شہادت لیلیٰ قیامیا ہوئے شہادت ہو گئے ساتھ میں بھارت کھی روا بھارت
 ستیہ نے ترسہ لٹ ستیہ پہ باز قیامیہ
 اب کوئی دم میں ہوا تھوٹ دانا بھارت

ہر گھر کے گھر کا جو ادا آشیہ لیلیا بہ عمدہ دل کو فطیمیں اب وانا لیلیا
 کون کہتا ہے زبردستی سے ہم کچھ دیکھئے جو جیلخانے ہر شوق جیلخانہ لیلیا
 جو چھتے رہی ہوزیندارو کی دولت کیا ہوئی با کچھ تو وہ کھلا دیکھئے کچھ مالیاں لیلیا
 سوچ چل و گلیچیں ماسکوہ دہلی بھارت نکریہ تجھ کو پنجرے میں ترانہ چہچہا لیلیا
 ہر گھر کے روویں نہ بچے نہ کہے کیوں اسے نہ لکے
 ملک سے ریلی ہر اور دانا وانا لیلیا

خاک سے کیلے بیفائدہ بھائی نہ تھی کہ میں بھی مجھ کی دانائی تھی نہ تھی
 نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی
 نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی
 نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی
 نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی نہ تھی

خیرے دیکے دو ٹکڑے لٹ ہیں اسے آئیر

وہ ایک دینار بھی تیج خیرسانی نہ دیتی

از شکوات حمیدیه شکوات سلوی

۱۔ کبریا سے کیا بھی ملنا چاہے تو وہ بلا کسر و جانا اپنے تمام نہیں نظر ہونے تو وہ
 ۲۔ حق سے بے تلب ہو کر آئینہ دوڑے ٹوٹ نہ اوس کو میری جوار کی خبر ہونے تو وہ
 ۳۔ ہر سمجھ بیکاروں الفت کی اپنے دشمن سے بے آئینہ اس ستوح رے پیش نظر ہونے تو وہ
 ۴۔ ہر نام سے غبار سے نفرت اور سے ہو جائیگی بے اوس پہلی ہر میری الفت کا اثر ہونے تو وہ

اہر دریا بار پر شوکت شرف لیجائیے

قلمرو ہائے اٹل کے رومال ترسوں نے تودو

[illegible]

یوسف و زلیخا کی محبت خوں و دل ناساؤ سے ، مہجانی زبانی نشتر و فساد
 او بتر تا نگر نہ نشتر دل ناساؤ سے ، نہ کوٹ جائے مہر خاموشی سب فریاد سے
 تمام لیتے ہیں ہر گنگ پہلے تمہیں یاد سے ، جب کہ نہ کوئی نالہ و نہ ناساؤ سے
 فتنہ اس سیراب ہو گئی آپس بیدار سے ، پیاس جھجائیگی آبِ خیرِ بِلاد سے
 اس طرح چوٹنگ کہ دو خیر فوہاد سے ، مہربان کھڑے رہا کرتے حیرت بیداد سے
 سنگِ طفلان سے علاج جویش سدا ہو گیا ، فائدہ کی کیا توقع نشتر و فساد سے
 خانہ دل میں جوارِ عشق پہناں ہو گیا ، وہ کہی ظاہر نہ ہو گیا نالہ و فریاد سے
 دیکھو تم آپ سورت سے ہماری دیکھو ، حالِ دل کیا ہو چھتے ہوا عشقِ ناساؤ سے
 مثنوی الفت سے شاید جلتے قلب و جگر ، یکہ دھواں سا اٹھ رہا ہے مہلوئی ناساؤ سے
 نیک ، اہل پر اپنی رکھتے ہیں ہم اعتماد ، عار ہے جنت میں جانا غیرِ امداد سے
 مہلبِ عبودیت سے آگے اگر نالہ کوئی نہ چنچ لوٹھتے ہیں فرشتے سوزشِ فریاد سے
 ہو گئی برگشتہ قسمت کچھ دیا سارا جہاں ، پھیلے ہیں کہیں جو نے عاشقِ ناساؤ سے
 تیری تھی کیا سمجھتے ہیں وہ اے چرخِ کہن ، آشنا جو ظلم کے واقف جو ہیں بیداد سے
 ہوا وائے ناز پر ونا ہی پیارا ، نامعنا تو یہ جہد رکھتا ہے وہ مجھ عاشقِ ناساؤ سے

از نہایت رادھے شام کجک لوی تن بریلوی

ہری ہریے اب تو سناپ

ایلی دین دین دلی من جانے نہ پوچھا جاپ با سکھ میں تمہیں بسا رویت ہے دل سے کرب بدد

ہری ہریے اب تو سناپ

میں آپ کے گن گائے کے جنم کے پاپ پرادھے شام دشا دینوں کی جان رہے ہر جہوت اب

ہری ہریے اب تو سناپ

از نہایت رادھے شام کجک لوی تن بریلوی

جی پیو گے کہ مٹھ کا غدیہ تو میرا بہت ہر شک رنگ زعفران بن جائے تھریر بہت

بلوہ ریز ہر گھل و گلشن ہے تو میرا بہت ہر نور خورشید کے پیدائے تاثیر بہت

ماٹری خورشید کے روونہ تقدیر بہت ہر روز روشن بیکے چکر کا حسن تدبیر بہت

یعفرانی زار سے عالم سنہری ہو گیا یا رنگ نہ دیا وہ کار حسن تدبیر بہت

ہر طرف بچوں کی نظر آتی ہے سرسوں شہاب ہیں ہر فصل گل سے ہے نمایاں عاف تعبیر بہت

اعتدال صد زینت گلشن شہا رنگ بہار ہر جنم ہر گل میں نہ کیوں اعزوں ہو تو قیر بہت

کھنکھس آیا ہوا ہے ملک کہشت زعفران ہر قبضہ فصل بہا عاف میں ہے جاگیر بہت

دورو دیوار پر چھائی ہے چمپا کی بہار نہ کیوں نہ ہر تعبیر میں مٹھیر ہو تعبیر بہت

غزل

سراپا دروسوں پر دروہوں پر دل کے نائل ہوں : میری فریاد سے ڈرنا کہ میں ٹوٹا ہوا دل ہوں
 سر بازار بکنا ہوں خریدارو : چلو لیبو : ہمارا سے نہ لادہوں انوکھا ہوں نیا دل ہوں
 نہ کیا چاہت ہو تم سے تم خانہ بدوشوں کا : اسیر و ام کا مل ہوں نازنگا محروم منزل ہوں
 تیار دیکھنا مستاق ہوں صورت دلا جاؤ : ہاتھ پتا ہوں سسکتا ہوں غمزن یہ پہلے لے بھل دلا
 چہرہ رکھ کر گئے پر ناز سے بھلا کرے : یوں بولے نہ رکھ امید ل صورت میں عمت قول کا تال ہوں
 دیگر

بیتہ : جلوہ تو ترپ جائے نظر بھی : بے روشن بھرتے نور سے سوچ بھی قمر بھی
 بہوت چلے تم ہوئے خوشبو سے سطر : کو چے بھی مسکانت بھی دیوار بھی در بھی
 نبوب دو عالم ہیں لکھو کیلئے جلاں : نازتاق لکھا ہوں بے ادھر بھی ہیں ادھر بھی
 ال او قدر انداز نہیں چھوڑنا بسمل : صدقے ترے اک تیر نظر اور ادھر بھی
 دے ڈالئے جاں شہرہ دیدار کے بدلے : نہ مرنے پر جو ملتا ہے تو ہم جا بیگے مر بھی
 نہ صبر بڑی ہے بکھار میں لوٹ اس لئے : نہ شاہ دو عالم نظر لطف ادھر بھی
 اک میں ہی نہیں سب میں ترے چاہنے والے
 اللہ بھی حوریں بھی فرشتے ہی بشر بھی

دور ہر جہاں پہنچیں یہاں نہ ہی جاؤں کہ ہوتا ہوں شیشوں کے ٹوٹے ٹوٹے اور ماک کو
 دیا تھا دل سنبھال کر اور کچھ اور اس دشمنِ عیاں کو نہ لڑا تھا کہ میں کچھ نہ پاؤں میرے ارمان کو
 اب اس کی منت سے کہ تو باجی ہم بندے مجھ کی نہ ہو۔ تو یاد دلاؤں کہ میں جیسے امریکا کو
 معنی کا پاس نہیں لازم لے کچھ تو دوستی نہ کرنا کہ ہے مہربان تو کہ اور یاد اپنے عہد و بیماں
 ہمیں سجدہ کر گئے سامنے ہم دو کو ہر کچھ نہ جلاؤ دیر سے کہ دو کعبہ سے مسلمان
 یہی حال ہو کر کہ تیرے میں دو کو تو زندہ نہ رہا علی کیوں کہ نہ رہا تیل کی بجائے ہار شہرِ اہل

از بیدار شاہ قمر و دہلی

دو عالمیں گزرتے ہیں ہر ایک کی نہ ہوا تو دیکھ کر نہ ٹھکانے رہے طہیب کی نہ
 چنے کا پانہ چکے ماہِ عیش قضا بیمار نہ بخور دیکھو طہیب تو تم اس عیش کی نہ
 جو آید جان دو غالب ہوں عاشق و مستحق یہ تو دیکھا جانے رکھ لے کے عذریہ کی

حقیر ہے عالمِ طفلی میں اور کھایا عالم

رہے بھانہ اور سے دیکھ کر ادیب کی نہیں

سہوٹی خوش گندہ فدا کی قدرت نہ زاع دیکھ کے گشت میں پھر کھو رخدا کی

نوشی شیدہ کند کتب آواز دہی

تس ہوشیار ہیں ترے سارے انداز بدشاہیاں آئے لڑی تانی اشارے انداز
لوغیوں دل میں وہی ہیں وہی فرائض ساری بدشاہت جلتے ہیں وہی جاں ترے سارے انداز
جان قربان لوں کسپہ کسپہ پیاروں بد پیاروں پیاری ترن ہر بات لکھے پیارے انداز
آج سے دینی ہے گلے سے جو بھی ملنی ہے تم سے تلوار کے سیکھے ہیں عمارے انداز
رستہ پر گام بہر یو یا نے جو چاہیں آئیں ہمارے بہر ہر حمدوں نے سد قے میں آثارے انداز

جگہ نشی قدم چشم فوگسے ناز

چال چل کر نہ ہیں جان کے سارے انداز

غزل

وہل کلاںج میں ہیں کے کوسے سارے کیا شرم نہ ہو چرا دوں کا ارماں رہ گیا
پیسہ بہت قتل نے دو ہو تیرے لئے دو طرفہ ہر سو تیرے خون کے سر پہ احساں رہ گیا
دروغ و غم رنج و الم کے کلب رہاں یہ دل ناچار دلا کوئی کوئی ہمیں مہاں رہ گیا
ادب و یقین دنیا میں رہاں نشاں پاک و کریم باقی رہاں سیمیں رہ گیا

سم رہے صد قد رقص میں ہوئی فصل بہار
حسرت چل رہی شوقِ عدتوں رہ گیا

نہ ہو سہوینا آقا میرے مائل بہرہ آقا ہے با سجدے تو اسے بہت عافیت و طہرانہ آقا
 و ارجی قہر بھرتی ہے دینا سکھاتا ہے ہمارا در سبدم جیسا کہ مہمان آقا ہے
 جو تم شے میں سو شقی ہم روزے میں کامل ہیں ہم جی بکرا نہ ہو کہ نہ ہر سنا آقا ہے
 بھیا کر دہم ایسا رنج و مصیادوں بولند و پھلند اور جیسے ہمیں سرخ دل بیانا آقا
 نبی کی جگہ اس کے عافیت و طہرانہ آقا ہے
 خواہ ہونا بھگوانا مارا و طہرانہ آقا ہے

غزل

دیکھتے ہیں وہ اصرار کی کسی آنے جاتے ہو خاک میں نیچے لگا ہوں سدا سے جاتے
 یہ میں اپنی بنایا ہمارا مدد نین کوئی ٹھوکر تو لگا دیتے تم آتے جاتے
 نہ سہرا کے ہیں راز نہ نو ہا گیا نہ جان جائیگی میں باں ترے آتے جاتے
 ہر گھٹیا پر کوئی گالی ہے دیتے شب وصل لکچہ مری سننے کچھ آپ اپنی ساتے جاتے
 آرزو مٹھی کہ گذشتی نہ ہی یوں کبھی توں رات نہ روٹتے جاتے دم اوں کو منائے جاتے
 اسکا کیا شکوہ کہ پہلو میں نہ پڑا یہ جلال
 دل مٹھنے کی کوئی شکل بتاتے جاتے

غزل بیغم

ابرو منقبتاں ہیں بگدہ، اے کوئی ! جان دیدے سجد اول نہ لگائے کوئی
 خواب ہی میں دیکھنے دیدار کو لگائے کوئی، ہیریں سوتل ہوئی قیمت کو جگائے کوئی
 روز شکواتوں سے باور مبالغہ بنا، پس دیوار ذرا دیکھ تو جائے کوئی
 وہ نہیں کہیں کہ جو غمش لگائے لکڑیوں شل کلیم، نہ روشنی مجھ کو سہِ غمور دکھائے کوئی
 وہ قوم دلہے ہیں سو جائے بیاختہ ہر پادشاہ سے، سوتا ہوا افتد نہ جگائے کوئی
 سبجی کمرہ میں ایسا گم ہوں، نہ تاقیامت مجھے ڈھونڈے تو نہ پائے کوئی
 اغ غصے کا آک انداز سے دیکھ بولے، نام بدیرا سو اور تم کو جگائے کوئی
 لا جوابی میں یوں حرف غلط کی صورت، نہ فخرِ مقام تھی سے لگائے کوئی
 ملے لیتیں وہ بھی جگر تمام کے رچا بیٹھنے، پیری و حشمت کی نہ کھات تو منائے کوئی

فخرِ عیال و وہیں مشہور زمانے میں لوگوں

جب میں جانوں میرے بیغم کو جگائے کوئی

(س) نیر و ان تو نہیں چیت اے نازک بدن (ناج) نقشِ سیم آبیوئی جین است ہر بہرہ

(ا) گرود کپیر لباندر وہاں گنگ اونہ (ا) قطره قطره سے چکد لیل بدخشاں وریمن

روشنی شہید سنگ جہ تار دہوی

شب فرق جوں میں خیال بار بار اٹھتاں سمج میں، صبح اشکبار رہا
 جہاں نظم مری باہیں پوسو گوار رہا، وہیں فنا بھی بس ترصہ ہر انتظار رہا
 کسی کی رائے میں اٹھتاں دعا غبار رہا، بس فنا بھی وہی شاد و غم انتظار رہا
 اگلی شوق شہادت نے آگ وہ دلیں کہ نہ لڑنے کا مدم آب و تیغ بار رہا
 بوقت قتل بھی لکھتاں تار و دوں کی کہ نہ قتل تیغ کشیدہ تم شہار رہا
 نغمہ مدحتے ہی ترنگہ دل سے دل چاہتاں کہ جس کو دیکھ کے دل چہرہ اختیار رہا
 شب و رات کی نہ نالیں میں اوں تھا ہم بخیاں، یہ تھا اک جولوہ نگہسار رہا
 نغمہ مدحت کے پھر تے ہی ترنگے ہیتم، یہ نہ وہ سرور نہ تکر و نمیں وہ خفا رہا
 کسیکے دیو گیلوں میں وہ اندر دیکھا نہ کہ بے نیچے ہی مجھے رات بھر خفا رہا
 اگلی ناز نے اس جگہ کیا سر، نعل نہ تمام رات تر تیغ آب و بار رہا
 دھار ہے ہی میری خاک کو وجہ ٹھوکرے، یہ الہی مجھ سے تو اچھا مرا غبار رہا
 کچھ تانا مجھ کے نشیدہ ستم شہار رہا، نہ یہ تہ یاسی کہ دم و رب انتظار رہا
 نہ نالیں تو ہنسیں موردِ مینا ہی سہی، نہ ہزار شکوے میں واصل شہار رہا
 یہ دورے ڈالے ہر ایکس جنم ست نے تار، کہ نہ شریک میری تکر و نمیں کس خفا

غالب اور ذوق کے سپرے

لو اب نہ بت محل کے بیٹے جو ان محبت کی نشا ویدی کے موقع پر بیگم کے ایسا سے غالب
مردم نے یہ سپر کہا اور ذوق کا رکا غذا پر کہ کہ ایک سو کے کی کشتی میں رکھ کر
بڑے تکلف سے حضور میں گزارنا۔

سپر غالب

خوش ہوا ہے محبت کے آج ترے سپر نہ باندھ مشہور اورے جو ان محبت کے سر پر سپر
کیسی اس چاند کے ساتھ ہے چو بیکار لکھتے تھے تھے ترے حسن دل افروز کا زید و سپر
سپر یہ جیو نہ تھے کہتے تھے یہ اے طرفِ ملام نہ تھکے نہ تھینے تراغبر سپر
تو کبھی نہ رہے ہو گئے موتی نہ ورے کیوں لکھتے ہیں کشتی میں دیکھ کر سپر
سات دریا کے فراہم کئے ہو گئے موتی نہ تب نہ ہو گا اس انداز کا گھر سپر
رخسہ دہکا کے جو کمرے کے سپر نہ تھا نہ تھے رگ ابر کمر بار سپر
یہ بھی اک بے ادب تھی کہ تباہے بڑے دئے نہ رک گیا تن کے دامن کے برابر سپر
جو میں اترائیں نہ موتی کہ میں ہیں اک؟ پیر نہ جا بیے چو بیکار ہی ایک مقرر سپر
جبکہ اپنے میں سما میں نہ خوشی کے مارے نہ گوندھے چو بیکار سپر نہ تھی کیونکہ سپر

یہ ہے من سے پہلے سبحان اللہ کہ دیکھو مکہ کے چوتھے دروازے پر
 تاج بنے اور بنی میں رہے اچھڑیں ہم باگوند ہے سورقہ اچھڑیں کوٹھڑی مکہ
 ہوم ہے عیش و آفاق میں اس سہریلی باغ میں مرقان نور سنج نہ کیونکہ
 روئی افخ یہ جو اس نرسہ ہرستے انوار بہ تار بارش کے بنا اید سر سر سر
 ایک کو ایک پہ ہے تزیین ہے دم آرائش نہ سریہ و تار ہے و تار کے اوپر سر
 ایک کو سر بھی نہیں مکہ مان لہریں چھوڑا نہ تیرا ہوا یا ہے لے لے کے جو کوہ سر
 چرتی خوشبو کے اترا لے کوئی باد بہار نہ اللہ اللہ سے پہلو کا قطر سر
 سر پہ طرہ ہے مزین تو صلی میں باقی نہ لکھن یا نق میں زیبا ہے تو سر پہ یہی
 و غام، یہ ہے دے دے و خور نہ دے دے نہ لکھو دے دے نہ جو منہ لے لکھو سر
 عزت تار نظر کے ہے تماشا ٹیوٹ کے بہ دم رنقا، ہر ترے روئی نکو پر سر

دُر خوش آب و ہوا میں کس بنا کر لایا
 واسطے تیرے تراذوق تیار سر
 جبکہ دعوں ہو سنا یہ سادہ او کو
 دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سر

یہاں ہم وہاں میں پہنچا لیا اور اس کے بعد شہر کے مٹی کی کوٹ کو پہنچے ہیں یہاں یہ مری
 کے راجہ اس کے لئے کہ یہ تھا چھ اور پہلی اور تیسرا کہ یہ مری کے راجہ
 غالب کی قدرت

منظور ہے کہ ان کے احوال و قیام پہاڑیوں میں طبعیت میں ہے
 سویشٹ سے ہے یہ آہستہ آہستہ کہ یہ کچھ عرصہ پہلے وہاں سے تشریف لے گئے
 آزاد رہے ہیں اور مراد کل ہے صلح مہل پہنچ کر کہی لسی سے عداوت میں ہے
 کیا تم یہ یہ شہر کہ طغیاں غم میں نہاں کہ جاہ و ثروت و شہرت میں ہے
 اور شاہ قند سے ہو کچھ پہنچا تھا کہیں نہایت مبالغہ یہ محال یہ طاقت نہیں ہے
 جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا صغیر نہ گورنر اور گواہ کی حاجت نہیں ہے
 میں کون اور بخیرتہ ہاں اس کے مدعا ہے کہ انبیا خاطر حضرت نہیں ہے
 سربراہ کہ گداز رہا اشتغال امر نہ دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں ہے
 منقطع ہیں آپری ہے سنہن کستہ بات یہ مقصد و اس کے قطع محبت نہیں ہے
 رعوی سخن کی طرف ہو تو رو سیاہ نہ سودا ہیں جنوں نہیں وحدت نہیں ہے
 قسمت بری سہی پہ طبعیت نہیں بڑی نہ ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں ہے
 وہ اوق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ نہ کہتا ہوں سچ کہ گھوٹ کی عادت نہیں ہے

از انشا اللہ خاں حبیب الرحمن

در بندے مومن چلے کو یاں سب یاں بیٹے ہیں بہت اُسے کئے باقی جو ہیں تیار بیٹے ہیں
 پھر اے کمرہ بادشاہی رانگ اپنی بختی اٹھائی یلداں سوچی ہیں ہم پر وار بیٹے ہیں
 اس بار آتش پاسے رہو ان کوئی تمنا میں نہ نہیں اوٹنے کی طاقت لیا کریں ارچار بیٹے ہیں
 یہ اپنی چال سے افلاک کی سے اب اچروں تک نہ نظر آیا جہاں پر بسایہ دیوار بیٹے ہیں
 جھیموں کا جب کچھ حال ہے آکا دو میں یارو جہاں پتہ پتہ جاتے ہیں ہم بیکار بیٹے ہیں
 کہاں کوئی نہ کوئی کس کی چیں دیتی ہے بعد انشا
 غنیمت ہے کہ ہم صدمہ رت میں ۱۰۰ چار بیٹے ہیں

از محمد الدین صاحب قلیہ و معلوی

سچ کوئی ساقی چین میں وہ وقت آئی کو دے نہ پتہ بہت زان حاصل کوئی آئی کو دے
 شاخ پر صل رکھ بیٹھے میں عطوہ و انو کی کہ نہ بنکے دہن باغ میں فصل بہار آئی کو دے
 غمزدہ و ناز و شاد و کچکے کرتا ہے یہ بوجہ چشم جہاں میں چالی کا شمار آئی کو دے
 بھر صورت ہے ایکے سب سے رہا کہ جا نہ ٹھوڑوں با زیر پا ہونے سب ہزار آئی کو دے
 اوس رخ رنگ گلستاں کی تھی دیکھ کر
 بے اصل موی غنیش میں مجھ پر اختیار آئی کو دے

مکرانے جانے میں لچر اندے سے فرمائیے کہ وہ جلیں چکارتے ہیں بھول ہر سانچے اب
 سرور ہوئے ہیں انساں ٹوکریں کہانیے اب رنگ لال بھٹکا ہر قدر پس جانچکے لو
 تو دیکھ جا ساقیا چاندی مانے کے اب دیات رطلہیں کہہ دگا ہنریں آسکے لو
 اس شہاب تاب نے پستی سے پوچھنا جو یسوعی ہے حق سے کچھ اور جانچکے لو
 حل میرا لینے سے پہلے کو امت تھو تھی پکاکے غفر میں پیریں مالماب الکل جانچکے لو
 وقت تو وہی اٹھن گور سے میں ساری عمریں باور ترم نہ سے پہلے اک ترس جانچکے لو
 دے تروں اچھ نہیں ہے دل کیے توڑنا کون تو چھوڑے تیریں چرس واسل جانچکے لو
 مائے دو کو وقت آئے دیکھنے دیا کہ کو ہر میں رکھنے سے پہلے دم لال جانچکے لو
 گل چڑھا چکے لحد پر جن سے یہ امید تھی نہ رکھ کے ہر جلد ہے بند پہ مد جانچکے لو

دیکھ

میری طبعی تہم نہ جلیں اور مباحلے بدیوں ہی خور بھی جیسے تو بندہ لی کیا چلے
 آج میرے چاندیے میرا قلم سوار نہ پیرلی ہمارے ہوتے مٹھایا بل چلے
 بدھنے کے ہو گیا ہے ادا وائے ایب و تو پیل میں ہر دوش ہزارہ میرا ہے

برسہ سینہ میں نہیں یاد کے خنجر میں نہیں بزمِ بلی کیا تیرا ہے دم بھر میں ہے دم بھر میں نہیں
 جو غم عشق و مرنہ کچھ دل و جگر میں نہیں نہ چار کاٹھون کے سو افاق بھگے کوئی نہیں
 کس طرح وصال کی آہوں و غماؤں مقبول بنائی وہ مانگ رہا ہوں جو مقدر میں نہیں
 حسرت بوسہ نمنا سے ملے ملتی ہے جو عید کا چاند تو لیا لم تر سے تیرے بھروسے میں نہیں
 قالیں و بچتے اک ذات کی سو سو کچھ کو کون کہتا ہے وہ شرف مکر میں نہیں

سانس سینہ میں خلش ساز ہے برقعہ کی طرح

جب سے راسخ وہ جفا کار میں برہنہ نہیں

غزلِ رفاقت

ہر دم فراقِ جانوں کو ستا رہا ہے / اوٹا اوٹکے دم لبوں پر ہر آواز رہا ہے

یہ بھی کوئی ادا ہے ہر دم جو تو لہنا ہے / وہ بے وجہ کیوں اسے غلام بھجھو ستا رہا ہے

دل لپکے سو جانا اب جاگے سو خواہاں / اسکے سوا ہمارے اب پاس کیا رہا ہے

ہر دم رجمِ تجھ کو آتا نہیں کبھی / بے جھب چپ کے تیرے زخمی دل پر لگا رہا ہے

گرد لپٹا لپٹا ہوتا ہے ہر حال کیوں یہ ہوتا / وحشی بنائے مجھ کو دور کھڑا رہا ہے

و طلبِ مائے زمانہ کوئی نہیں کیا / نہ ہر دم مجھے رفاقت یہ دل ستا رہا ہے

از جناب محمد الدین صاحب تجلی دہلوی

نہ نہ کہ جسکے اہل وہ شہر کس آئینے نہ ہنہن پوچھنا ارماں دوسے لیا کیا لکھے
ایک نام میں کوئی ارماں نہ جو کھا لکھے۔ ایک وہ ہیں کہ سدا ہو گئی تھنا لکھے
فج تو آپ سرِ شام چلے آئیں ضرور ہلا ہوں۔ دوسے میں گھر کیب تو سچا لکھے
تپ سوں۔ بہر ہو کشتن میں چلے کو شہر نہ دیکھے آپ یہ مرے ولی کی کٹا لکھے
منے جب دیکھتا ہوں میں سادہ مدد دیکھتا ہوں گھر سے باہر نہ کہ یہ وقت میں تمہا لکھے
بہم میں وہ تجھی کٹے غیر علی میں بھی جاؤں نہ دیکھتا ہوں کسیر ہو مگر کسی تمہا لکھے
نہ تھو اضطراب ہوا جبکہ تجھیں کا طرہ

دل کے کمزور بہت حریف موسیٰ لکھے

دیکھ

ادھر خلی جوانی میں شہ گھٹ دو غم لکھے : اودھر بہت سے ہو کہ اضطراب دل ہو کہ لکھے
نہ نہ نہیں دعائیں دیں تمہیں کیا لیا نہ جی بھر پوچھ آئیں : ارماں آرزو کی اگر لکھے
بھولا ہوں نہ بھولا گیا قیامت تک مزا ادا کیا یہ ہواں : دونو جانب کے ہو بل رات کو لکھے
تجھی خاک پر تر پلے تو تم اس کو نہ پنے دو

تبا : تب جب چپے سے اٹھے نے خطر لکھے

نوح حضرت مسیح

بہت دیر سے نہیں آئے کوئی اب ویدہ ترمیں نہ تھا نہ ہو کہ پڑ جائے قحط اب تو عیسویں
 دی ثقہ میرے گردن کے ساتھ اس کے توجہ میں میرا بجا رکھا آجائے کہ میں
 نہ نہیں کر کوئی اس کے ساتھ نہ تھا نہ ہو کہ پڑ جائے قحط اب تو عیسویں
 سوال دوسرا اب ہر مجمعہ وہ کچھ کہتے ہیں نہ نہیں ہے جامت اب دعا کت سکھ میں
 کچھ طرح اٹھ ترے جاننا کتا تل نہ سکھتے تھے سے باز میں نہ طاقت تیرے خیر
 تیرے ملام کو نیکی تری پیدا کیے دفتر نہ ہر پیش داوہ خیر ادا میں خیر میں
 کیا صاف اپنے دہمیں ساتھ شعلہ دیو کو نہ لگا دی آگ میں جان کے آئینے لکھ میں
 غزل رسا و عشق

چاندی صورت پہ تو خود محو آگئی نہ ہو نہ ہو۔ تماشا بیکہ او ظالم تماشا کی نہ ہو
 اوس میں بھی ایک داغ ہے جیسا ہمارے دہمیں ہے نہ ماکہ کامل بھی کہیں تیرا تماشا کی نہ ہو
 آئینہ نہ میرے مرنے پہ نہ سے مام میں ہے نہ اونکو رسوائی نہ رسوائی نہ ہو
 میں سوال وصل کر کے اس ادا پر مٹ گیا نہ نہ کے فرمایا کہیں شامت تری آگئی نہ ہو
 نہ اور مجھ میں اب ہو کہوں تو کیا کہوں پچھکے چپکے مجمعہ وہ کہتے ہیں رسوائی نہ ہو
 یہ غزل ہے اسے رسا و عشق ادا نہ ہو نہ کہیں تو بھی یہی نہ فرسائی نہ ہو

ختم میا جاو میری موت دیکھ کر کہے نہ کر کش کہ حد پہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے
 شکستہ ہے اپنا یہ تو یہ دیکھ کر کہے نہ کر کش کہ حد پہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے
 تو کہے ہم کہہ کر کہے نہ کر کش کہ حد پہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے
 امیدیں دیکھ کر کہے نہ کر کش کہ حد پہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے
 بخت آباد الہ ہوا فی اور جہاں کے ساتھ ہا دل میں رکھ لینے کے قابل نہیں تو تصویر ہے
 صرف یہ دیکھ کر کہے نہ کر کش کہ حد پہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے
 جو جیتے ہوئے ہیں آج ایک ایک طرح کے لوگ ہیں جن میں ہیں ہمارے تیرے
 دیر کے قابل ہے منظر سب سے مہر م کا بڑھ موت کے آنکوش میں بیماری کی تصویر ہے
 اسے خدائی کرنے والے تو ہی چھ الہ فی کرنا توں ہے آخر جو ہم دونوں میں نے قصیدہ
 از طاہر بگیا۔ صکب طاہر میرا و آبادی

میرے مرنے کی اگر لوگوں کو خبر ہو جائیگی نہ روتے روتے آستین اسکو لے کر لو جائیگی
 میا زاد کے باہر جو شمشیر زلف ہو جائیگی نہ سارے مقص کی نہیں زیر و زبر ہو جائیگی
 قلعہ تم انبار سے راتوں کو چمک چمک کر ملو ہم بھی خبریں ہمیں یہ خبر ہو جائیگی
 آپ سنا زلکین اور سر پہ تیغ لکھو نہ بار جاؤ گے میں دوہری مگر ہو جائیگی
 بھو لکر لیتے ہم ایدل بلدیش زلفی نہ کیا خبر تھی یہ جلد طاہر کے سر ہو جائیگی

غزل عیش

دئے روشن سے جو وہ برق روٹھ دیتے ہیں : جلوہ حسن خراہ اودھ دیتے ہیں
 جوئے گلچہ اریں رنگ اپا : جامہ پہنے ہیں : نیشل بو خوش گلونکے وہ رڑا دیتے ہیں
 اللہ اللہ کے تجا ہل لے بھری خفلیں : ہا بھکڑیہ مانہ : بھکڑے وہ اوٹھ دیتے ہیں
 سطرلیقے سے محبت کوستے ہیں وہ سرور : دیکھنے والے یہ بھگیں نہ دعا دیتے ہیں
 بھولے بھلے ہیں حسیں طرز جفا کیا جابیں : چاہنے والے سی کجنت سکھا دیتے ہیں
 پس نہ اچھا ہوا کچھ اوسکی وجہ سے آخر : یہ تو مانا کہ وہ مرد سے جو جلد دیتے ہیں
 اس سے وصل کی شب عیش و طرب : چاہنے والے بھی ایک واع : کھا دیتے ہیں

غزل

یہ کہدو اہریار! کہے اکر برے تریوں پر : کہ جیسے میں برستا ہوں ہمارے دیار : ترے
 لہو سے چرسے عاشق کفن باندھنے سے : نہ سے صدقے ترے تریاں مرنا تو نکل کر سے
 سدا سدا کیو باونا کوئی مقدر سے : نہ خواہو گی کسی کو وصل یاں تو عمر بھر نہ سے
 ایسے وصل میں یوں کہے دل کھل دیا : ہٹو جاو پر سے کروڑوں چھوٹے بستر سے
 جوانی آہیں سنتی مری جاں کھینچے سے : پہچا دن ہی دعا لیکو کیسے قلب مضطر سے
 کیا اوس بے یار نہ جوئی لم دل کا بھر : ہمیں بھریں بھرتیہ : بھرتی حلقہ آنکھ بھر سے

ہریم ادب دہی کا کلام مردہ ۳۲ فروری ۱۹۰۷ء
 مہر علی طرح نہ درو دل کچھ نہ غلبہ درو دل کہ کچھ علم ہوا
 از دانش شیر سنگد ملک باز و دھوں

قدیم الف تیس وہ طوفان کا عالم ہوا جو سینہ دل کا تقادیم ہو بہر ہم ہوا
 تھا نہ مشکل دل نہ نظر کہ شام ہم ہوا: یاد آئی ہے مہر میں شمشیر کا عالم ہوا
 فرقت جاناں میں جب اپنا لبونہ ہم ہوا: اک خیال یاری اپنا سرکہ ہر شہر ہوا
 کیا بتاؤں کس طرح گذری تیرے مہر کی راہ منتظر آنکس میں: اہل کایہ عالم ہوا
 آنسوؤں نے کر دیا آئینہ راز عشق یار: حال دل کا پروہ دریا پیو شیر ظم ہوا
 دیکھتے رہتے ہیں اس میں سارے عالم کا ظہور: آئینہ دل کا ہمارے رشک جام کج ہوا
 یاد و نساں میں مہر ہم جو روئے یقین کر بیچ بیاں: مرنے لگیں طونیاں کا عالم ہوا
 جب اوٹھائی یار نے روئے منور سے: لقا: بگر پڑا غمش لہائے کوئی او کوئی ہیم
 کسی تو لیکسں بخور محبت کو ٹوٹی پیا ر سے: دیکھا جو اوسنے زخم کو مہر ہم ہوا
 وہ عدو لو سا قتلہ ہے: ہنس کر گویا دیکھتے ہر شہر دیدارے لسنے میں داخل ہم ہوا
 آپ نے شیر ظم سے دل کا پناہ ہے: حال: جس کو دیکھا آنکھ اوٹھا کس وی بین

زخم دل بھی بھولنا نہ ہم لکھ بھی نہ لیا ہر شوخی تقدیر سے وہ مار رہا ہے ہم ٹھو
 پری میت کی محبت نہ تو دی ہے حیدر عام : اول کا احساں میرے دوست پر یہ کیا کچھ ہم ٹھو
 کیا دینی چرخ بٹوئے اونکے پر لیکر سوکھیں : میرے مرنے دیا جس میں تا ہم ٹھو
 فلش سستی سے انسان کی ہمیں لکھ زندگی نہ جو ٹھو اپنا مثال قطرہ شب نہ ٹھو
 لہا مرنیکے ٹھو اونیا میں یوں مشہور تار
 شان سے تابوت اوٹھا دھوم کا ہم ٹھو

عزل محافت

کل بزار سے میں نظر ایک گلبدن جو آگیا ہر باقہ متل میں رہا دل بکول سکھ گیا
 نین سکھ ملتا نہیں لہیں کچھ کو اور سداں سے غم ہر جب سے تو اپنے فکین بٹا آنکر ولس گیا
 خواہش اب کچھ کہیں طے بشرتی تنہا کی نہ جاؤ عمریاں ہمارے دکنو ایسا بھال گیا
 ہمارے غم کے بھوس ٹٹی ہوئی ہیں بار کو بگڑو ریا ناری لئے جو س منے سے آ گیا
 آج آتے ہیں وہ کیا میری نظر کچھ اب میں نیار کا طعنا اونکی آنکھوں میں کوئی کیا بھال گیا
 رات بھوٹو کیا کیا دریا میں ہیں ہاتھ کو ہنک دے اس جھپٹ کا جو کبر دل میں آ گیا
 طول دینا تھا نہیں زیادہ نظر کو اے صحافت
 اتنے ہی کیڑے ہیں دیا ہر تو اب اوکھا گیا

میں یہ سمجھا رہا تھا کہ میں نے اسے بہت دیر دوسٹ جانی تھی۔
 اس مہربانی کا وہ مجھ کو یاد رہا۔
 آج کیس کی ہے جو وہ نے مجھ کو یاد رہا۔

五

موجہ میں ہے نہیں کیوں ساقیا پہلے تو میں نہ سستی ہر وقت رہا کرتی تھی سنا تو میں
نے کی روایسی دینی آج سنا تو میں جہنم میں جھوٹی ہے نہ تو میں نہ یہاں تو میں
ماہ و خورشید سے ہے جودہ نمایاں اوکا لوگ باتیں میں عبت مسجد و تہا تو میں
جنت میں کیوں نہ اصدق کہ ادھر بھی ہو کر ہم : ہمت قیام ہل زل سے ترے سنا تو میں
تم کو روزم ہے رکھو زلف بر لپٹاں میں آست : انتخاب اب دل صدا جا ہے سوشا تو میں
نور زلف کا حق سے تو میں ہی ہوں حقدار : پہلہ بھر ہے مرا آپ کے دیوانو میں
رج ساقی نے منتش جو دے ہے یہاں : وعدہ شکنی نہ کہیں کندہ ہو یہاں تو میں
وصل جاؤں ہیں ہے صالح مرا و منن کیسی
پہلہ مدداری غم نہ جھڑکی ارمانو میں

انچھڑا کر پریم چند کہیت دھوی

دراپہ پالہ تیغ نظر کے ہوتے نہ ٹھکے سو بار موسے دل لے کھڑے ہوتے
 یادوں کا بوسہ تو ملتا جو نہ تھا لبوں کا فییب نہ کاش ہم سنگ ہی روپیہ یا رے ور کے ہوتے
 تنگدستی میں خدا سب کو ہی یاد آتا ہے نہ نام لیتا ہنس روک کا کول زکے ہوتے
 کسے توجہ کشیدہ ہے تری طرحی نظر نہ تیرے تیغ کے خنجر کے تہ کے ہوتے
 آج ہی لہو سے ورے خط کا جواب آئی صدیہ ورنہ فرجا بیٹے ہم دیکھ تھر کے ہوتے
 سیکھا چلے اس کا مو سبز بکھی ٹوٹ نہ بھوکا مر سکتا ہنس پاس سناک ہوتے
 باغ میں آگے جو نہتا بھی کوئی رشکِ حنی نہ ایلدہم غنچہ کے ٹوٹ کر اے گد کے ہوتے
 دیکھ کر چاک بھردہ پہ کیا سنے خیال نہ کول وصل کے سسے تارِ نظر کے ہوتے
 گر مضامین طور نہیں پاس وٹاس ایسا نہ اپنے ہما ز کی بالیں سے نہ سر کے ہوتے
 کیا ضرورت ہے سب سے جو روٹ میں ادا نہ حاجتِ شمع ہنس داغِ گہر کے ہوتے
 مجھ سے تو نہیں کہد ورت ہی رہی موت تک پھر کس طرح تری غبی غیر سے شکر کے ہوتے

بحر میں مرتے لکٹ لکٹ کے بھی آئیں

سہل گد کاٹنے ایام سفر کے ہوتے

پہلے چہ بیکیتس : پہلی

میرے کوئی خطا نہیں کی جانب کی ۔ پھر کیوں گناہ مہربانی سے چشم و منابہ کی
 شہ کو بھی دہنی پڑو انور سے ترے : کیا سوہیاں صفت ترے عارض کے تھے
 پیچھے ہیں اوکھو یاد نہ کر سہو عکس و لا : گذری تھی جو باتیں ہیں عہد شباب کی
 وہ نو چہ ہا کے کافی ہلاؤ گئیں ترے : دوبارہ کی جو شیخ مدت شراب کی
 جھنے کے پیر مرد جو ان مرد بن گئے : ایسی نوا جلی ہے جہان میں حساب کی
 معدوم شہ کو سہو گیا : کھر فنا کا حال : آگے جو پر سے : شہ حساب کی
 تعریف کیا : روں ترے عارض کے آپ کی : خوش ہوئے چچا نے اس کے صلاب کی
 ادھی شہو از سن کو اتنا غمور ہے : لیتا نہیں بدول البقیت رعاب کی
 بیٹیا ہے نخل آرزو دل کو لکھ مرا : دریا ولی تو دیکھتے چشم پر آب کی
 سوز : لا از عشق سے مگر سب خائیں : مٹی شراب ہے دل خانہ خراب کی
 دستک : دیکھ کے موتے ہوئے ہیں تو مست ہوں : حاجت شراب کی ہے خواہش کباب کی
 آگہو میں آئے شوق سے ولیں بناؤ لہر : چین کی فکر ہو : فروت نقاب کی
 زہد را تو میں کا نہ سہو لیا : عہد : بیکھ کی جو ایک بوند سی تو نے شراب کی
 جیسے ہوں : عشق میں کیوں آنا مجھے : کچھ بھرا جبر میں کتب : روز حساب کی

ہے بہت غیر مری ہرگز حالت قاتل نہ آجدا لیتے تو بہر عیا و ست قاتل
 جیتے ہی خوب میں بدنام زمانہ میں ہوا بیکہ کہیں کمر نہ تشریف تو بیت قاتل
 محمد اپنی اسی اندوہ والہم میں لڈری نہ عشق میں ہم نے نہ بالی کھی رات قاتل
 مہندی ہاتھ میں جو تو دل کے بہاں آگیا کہ کیا ہے منظر و تجھے میری مشادوت قاتل
 قتل کر جنسِ ابرو کے نور کدے سے خنجر نہ منہ کر لی ہے تری دیکھ نہ اکت قاتل
 خونِ عاشق کا پڑ لیا ہے پس چھپیندور نہ دے رہی ہے تری پیشانی مشادوت قاتل
 کہہ لے تکیہ پر اچھوٹا تو نے نہ آئی یاد مجھے مہرِ نبوت قاتل
 بتیگدہ نوح کا لٹو رہا ہے گلہ سسکے سر بہرِ زمِ عشرت ہی میں کی تو نے عرواوت قاتل
 عشقِ ابرو کا تقاضا میں دینِ خنجر میں تجھے نہ طالبِ ان کے بالی دسِ راحت قاتل
 برقِ لوجِ خنجرِ شوقِ محبت دیکھا نہ آئی یاد مجھے تری شرارت قاتل
 قتل کے ہاتھ اوٹھا آگے گئے سے مل جا
 غیر ز اسبہ کراہ تو عنایت قاتل

مدد کے پورے ہوئے گی چھ چھوٹے تیرے یہ سہ قیامے کیا ٹوٹ ٹوٹ کر
 مہندی بھائیوں کے ہوجاتا رنگوں کے اٹھنے کے بعد ہاتھ سے قاتل کے چھوٹے
 پیسے کیوں تھا بھوکے تیرے انگلیش پر کیا کیا ہے رات و سب ڈھٹ ڈھٹ کر
 مہر و قرار لیکے دیا داغ آرزو بہ زہار تیرے دل کو یہ مجھ کو ٹوٹ کر
 جرت ہے میرے آخرت بہت دیر ہو گیا کہ اس سے جو نہ لگتا ہے چھوٹے
 کیا والوں کے دل کا حال کہ وقت میں گئے نہ تھیں نہ آجائیں سے سینہ سے چھوٹے
 ساقی کے جاتے ہیں نہ قوج تھا نہ بوتلیں بگولیاں لگیں کوئی محفل کو ٹوٹ کر
 الطاف سے آنسوؤں کا اٹھنا فریق میں نہ آئے نہ دیکھ گیا کہ بی الحاک نہ لگا
 بچے نہیں قلم کے فقط انکس نامہ بہ وہ کہ چھ لکھا کہ روٹی سیاہی بھی چھوٹے
 رنگاں سمجھ کے کی وکشتش دل سے وقت فصد نہ نشتر کی توں رگلی شریانی ٹوٹ کر
 کہ بند و بارت ابھی سے نہ گشت غیس باغیاں یہ وہ دن تو نہ مرغ غش آئیں چھوٹے

مدد حیف سر گذشت جو این کے جلدی

تو او سکودا سداں سمجھ سچ کو جمع کر

رفتہ رفتہ جہاں ہاں ہو جائیگا : ایک دن آباد سب ملک بچا ہو جائیگا
 نیت و غور نظر کوئی نہیں تھکے گا : پار جب حلقہ کے تیر تھکا ہو جائیگا
 صل کے راج کرکس کسی آنکھیں نہیں ملجائیگی : تہ جب زمین و قبر پر سستہ تیر ہو جائیگا
 ہمت ضای ہو جائیگا : اس عالم فانی کے تو با عر کا ہر مزاج پیا لہ ترا ہو جائیگا
 مال و دولت رام حق و لہا دیو لگاؤ تو : قبر میں ہاں اوس دے کا عازن ہو جائیگا
 جینے جلے یار ہیں سب عزیز و اقربا : گور میں رکھ کر تجھے ہر اک حد احوال ہو جائیگا
 غم و روزہ پہ کیو نہ تھے بھول دہلی : دیکھ لیجئے ایدہں تو بھی فنا ہو جائیگا
 درد بکھڑ میں نہا کوئی تھے سیکھ لے : ^{غزل داغ} جہاں عاشق ہوئے جانا کوئی تھے سیکھ لے
 ہر معنی پر وہ جیہا کوئی تھے سیکھ لے : ذرا ٹھک پہنک نہ کوئی تھے سیکھ لے
 کوئی تھکے صاحب کسی رشتہ تو ہم سب کھائیں : کھانا کوئی تھے سیکھ لے
 آتے جاتے یوں تو دیکھیں ہیں ہزاروں شخوہم : دولیں آنا دلیں جانا کوئی تھے سیکھ لے
 آن لگا لطف پر لافوں و عافیں لٹیں : ہر کما اپنی بڑھانا کوئی تھے سیکھ لے
 ہر آنہ سے تو بھرل جب جوانی ہو چکی : ذرا لاجت میں جانا کوئی تھے سیکھ لے
 محو و بیخود میں ہیں لچھ دین و دنیا لی جز
 داغ ایسا دل لگا کوئی تھے سیکھ لے

نہ پریم چہ بیکس و مہم

جنتا طو کو کر سبہ تو کر سبہ ہمارا آج نہ پہل میں سے ہوتی ہے نہ نصیب ہمارا آج
 احسا عند ہوں کہ کونسا مجھ پر آج نہ لوئے تھے دل کے دو وہ تھے مجھے ہمارا آج
 اکلے ہے او ملوئے ہونے پر یہاں ہمارا آج نہ ہو کہہ کے دشمن پہ گویا سوار آج
 تیر نظر سے کسی نہ کسی علیہ ہمارا آج نہ بے دلم نہ تھے گویا لشکر آج
 تمام تلخ تھے تیرے ابھی کی قسمت کا میری فریاد ہو رہا ہمارا آج
 روم شمع و دیکھ کے کشتہ بنیہ زار زار نہ دیں لہجہ یہ آگے ہوئے لشکر ہمارا آج
 وں رشک ماہ آریا ہے شاید ہزار ہوں نہ پور کیوں ہے ورنہ دل داغدار آج
 سحر اس سحر سحر کسے روتے ہیں ایسے نہ کھڑے ٹوٹے کھڑے ہیں دہن خار آج
 قتال میں کس کو دیکھئے کتا بھے سرخرو نہ قاتل کی ایک نظر یہ ہے دار و مدار آج
 یہ وائے تیرے گرد میں آگستخ بکرب نہ روتی ہے کس نے سحر میں نوزار زار آج
 وں یہ ترے یہ لگیلیا جاتا ہے میں کبھی نہ ہوتا جو بہر بس میں دل بہتیار آج
 بعد فنا و فائیں اونہیں یا ڈائیں نہ بیکس وں ڈھونڈا ہے میں سہارا ہمارا آج
 ذلت کی نسبت تو کا ملے مسکن کٹی کیا کروں نہ اللہ کیا ہو اصرار و قرار آج

ہوں پہ بھول بھول نے خبرتی ہے عنایب : بشیوچن میں نہی مجھے نہیں بہار
 آہو ایک مناک و ایدو صل یار : ذقت میں ہیں شریک یہ چار یہ تاج
 یہ دل وی ہے جو کہ رہا تھا نہت میں : اور یہی گویا مددگاروں کا تاج
 بعد فنا و فانی اوہی یاد آگئی

بہتس وہ ٹوٹوٹے ہیں سارا اناج

دیکھ

مجھے کبھی کبھی لکھا اپنا بنا دے لکھنے کے واسطے دنیا ہوں اکھنڈ و مکل
 نہاں کے کام و کرتے ہیں گویا نے نہاں واکے سرتقل جو کہتے تھیں تیر و بیان والے
 تر و حرکت لکھا بہت مقل مجھ دل و ماں : وہاں تو ٹوٹ کر گئی کہتے ہیں کوئے آستان دا
 یہ نوبت آئی ہے روتے روتے تیری وقت میں : چھوڑتے تیں کہو کہے میں چشم خونچکاں دا
 تری بر وئے صدقے تری دھماکاں : تیراں بوا دھو کج از گاہ میرا ویر و کمان والے
 گئے حکم دم لکوں نہاں کچھ خبر لیکن : کبر و تے ہیں اپنی گنتی یونکر وہاں والے
 غصاں آسا کروں میں آکر کہہ کر دوں گی : بھٹکتے مدد پر پھر نہ میں مال فاندان والے
 سب تے ہیں اوہیں زیر و برسم ہیں ہر کم ہاں : ادھنیں وہ خیر خواہ مجھ میں یوہیں ہاں جی پاں

P. T. O.

جادے آگے آگے چل رہی تھی کہ جیسے سوتے ہی بات نے آگے نیاں دے
 کیا کہ کوئی نہ آج تک تاثیر رکھتا ہے نہ بناتے ہیں اپنا غیر کو شیریں زبان والے
 دوشے کا کب سے چمکے نہ پروانوں نے اچھی ناک دہن کر تے ہیں اونٹنوں اور سونہاں والے
 قفس میں یوں کہا ہوا ہے کہ سوسے لیکھ کر سوسے کاٹے ہوئے میں ہیں تیشیاں والے
 خدایا تو بولے تو کہے سخت وصال کی نہ دے میں ہا نہیں مشیر فیکر امتحان والے
 بہ افانہ دل میں جو کوئی دیکھا ہے بھرا کر تے میں صحر میں بھگتے خود مسموم والے
 ہزاروں حوروں میں گدھ طرفہ تھا نہ ہے نہ ترستے میں تہاں دیکھ کر مانجے جیاں والے
 دوبا لاجن ہے لون کا یہ مانا حضرت بنیتیں
 مگر کچھ ان کو یہ یاد رکھتے ہیں اونچی دوماں والے

ویگر

جگر ہم میں ہے ٹھانے عوسا نہیں پاور کیکی کوئی فرقت میں ہے دیوانہ نہیں
 خوش میں آئے ناب سمیت حرو اور نہیں پور ہم میں جان نہ سے شمع پیر وادہ نہیں
 صحت جانو کے اولچتا نہیں قتل میں پڑنا جائے شمشیر پیر وادہ نہیں
 بزم عشرت بھی تجھ بزم ہے تو بہ تو بہ اپنا لہو اور ہا ہیا نہ نہیں

در کے سر پہ تے ہی چوڑے تے بیاں دیں کیش بزم گل میں الزہم ہوئے تھے نہیں
 سخت خفتہ در ایدار بنوا ہے وہ نہ میں کہیں آپ کہیں آپ کا کام تھا نہیں
 خوش کو ترے تو او کار بھگوار کے لئے تھے دیکھ بھی ہو آپ بھنگا نہیں
 آپ سہتے ہی تصویر میں نظر میں اوس کی بابت اندک میں ہو آپ کا دیوانہ نہیں
 جس کا چادر کی نہ بڑا دل کا نہ تیرا پروہ ہوئے بے بیر، چھٹکے نہ چاہئے نہیں
 جان و دل کہ میں ہم نہ و نصیحت اوس کو دیکھوں میں بھول گئی آئے تیرا دیوانہ نہیں
 سر جھکا بیتہ ہیں بہ کہیں میں ہم تو رہا
 کوئی مسد ہو گیا ہو کہ بتی نہ کہیں

دیگر

دل سے زائد کوئی عشرت نہیں نہ تیرے بڑھکر کوئی آفت نہیں
 مجھ سے روٹو کہ لے لے آفت نہیں نہ دشمنوں کے سلیقے لذت نہیں
 خون ہو نیک صائب آخ کوئی نہ خیر کی حسرت مری حسرت نہیں
 یہ ترے دیکھ جائیں کیونکر صفت : ایک قوم چھٹکی ہی طاقت نہیں
 مان کا تو پان بھی اچھا گھر نہ زندگی بے عجب جب عزت نہیں

عشرتیں سب ہیں مہرِ نیا کھٹے نہ کیا جاس بخت میں راحت ہیں
 غیر سے لہٹے پٹ لہڑوں کیا لہڑی : قہقہے کھینک کھینک عادت ہیں
 میرا لاشہ دیکھ کر وہ نہس کر پڑا پڑا ہے عجزت ہے روئین عجزت ہیں
 سیکڑوں ارمان لکھے غیر کے نہ میری فدا علی ایک بھی حسرت نہیں
 نامہ دیکھ نامہ ہر نے پوچھا کہا : دیکھ گیا کیا مجھے خلافت نہیں
 ایک بوسے کے عجزت دل لپیٹنے پہلے تو کیا کہ بھیم قیمت نہیں
 اوٹھ رہی ہیں ہر طرف سے انگلیاں : غمِ غمِ غم کوئی عزت نہیں
 کیوں مٹے جاتے ہیں بڑی دین پھر : جب بتوں کے عشق میں رہتے ہیں
 میں نے چپکے سے کہا پھر : مان میں : نہس کے وہ بونے ہیں حضرت نہیں

کیا کریں بے بیست عیادت وہ نہی

غیر سے دم بھر روئین فرصت نہیں

عزل وصال

ہم نے لاکھ ساغے بول تو خیر راندا : مجھ کو لیکھ لکھنا دل لکھنا یہ سر لکھنا :
 قطرہ خون گھر کھائی تو اس شوق کی : ساغے یہ سماں بے یقا جو کچھ یہ سر لکھنا :
 رنگل میں مجھ کے دم کو بھی ہوتے تھے جدا : قبر میں تنہا مجھے یاوں نے یہ کچھ لکھنا :
 دیکھنے اب غور کریں کھاتی ہے کسکسکی نگاہ : روزیادیاں میں غلام نے یہ کچھ لکھنا :
 زلف خالی ہاتھ خالی کھمک : موقوفین ہو جا : تھکے دل لیکر کہاں آئندہ پرواز لکھنا :
 منصفی ہوتو غضب : منصفی ہوتو مستم : میرا اسنے فیصد موقوف مجھ پر لکھنا :
 داغ کی شامت جوڑی راضی اب شوق میں : حال دل بکھت نے سب اوفنے منہ پر لکھنا :
 دیگر

شانہ جب زلف معجز سے رو کھکھ لکھنا : ہم یہ سمجھے کہ ہمارا دل منظر لکھنا :
 زلف برہم عرق آلودہ ہمیں دین ہیک باس لے آغوش سے تو جان چھوڑ کر لکھنا :
 ہم ادوس کا تو سب دل میں بہاں کھائی : ہائے بکھت ترے منہ سے یہ کیوں لکھنا :
 عشق نے خوب لیا ظاہر و باطن یکساں : داغ جو سینہ پہ دلیا وہی دل میں لکھنا :
 ہم تو بے نام و نشان بکی الفت میں محوٹ : آپ کا نام لکھنا تھا ستمگر لکھنا :
 آفریں داغ تجھے خوب نہایتی تو نے
 مر جانا کوٹہ دلہا کے سر لکھنا

غزل داغ

۹۰

مجت میں کہے یہ کچھ کسی گویا
 کہہ کر اہم تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا
 کیا ہے وعدہ فریاد و ہنسنے دیکھتے کیا ہو
 یہاں میری تھیں آج تک جو نہیں سکتا
 نہ مانجھ لایا نہ کمانجھ لایا نہ کمانجھ لایا
 ہر لہائی میں لوتی (ماں) جیسا کہ ہو نہیں سکتا
 ہو اہوں اس قدر محبوب غرض یہ کہ
 اب تو عذری شرمیلی سے ہو نہیں سکتا
 خدا جب دوست ہے آؤں کہ دشمنی نہ اندیشہ
 ہمارا کہ یہ دشمنی سے ہو نہیں سکتا
 شیخ ابراہیم دق و ہولی

نالوں پستی میں ہلاتر ہمارا ہو گیا نہ جھٹلے
 پانی لوں کی تہ میں تار ہو گیا
 میرے نالوں کے جو پار ہو گیا نہ کوہ
 کے چوٹی کا ہوا رشتہ ہو گیا
 دولت یوں بھی نہیں میں رات اکو میرا رکے
 میں نے مانا ماقبایا پار ہو گیا
 رشک سے زان کی کیا شک ہے کسیر صفوں
 بلکہ جگہ سوخا عین بھی ہوا ہو گیا
 آئینہ بھی تھوڑا جیسا ہجر میں تھنا گوار
 پر امید دل میں برسوں گوار ہو گیا
 ولید زونکی ترقی سے ہوئی اک اور ہار
 آئے تھا صبر گر یہ اب گل ہوا ہو گیا
 فراق اس برج میں کشتے عجز و اس
 جگہ یہ جاگتی وہی کنار ہو گیا

غزل طبع

مریں وارے میں تھوڑے تھوڑے غلم سر پہ مہر کہ
 ستم کیجے تو تھم تھم کر جھٹا لیجے تو رورہ کر
 ملے تھے مہج روٹ میں بہت روئے بہت تر پے
 وہ درد و عشق سن سنکر ہم رہا درد و کلمہ بہر
 سڑکی ہے شمع کفل تو شریک گریہ عاشق
 کتنے اے قلقل و مینا کہا تھا کسی قہر متہ کہ
 چپا بازئی ہے خیر تو شوخی نے کیا طالع
 بزاروں باز رکھو وصل کی تب چاہے کلمہ کہہ
 یہ جاننا تھا کہ آئیے تو کیوں نے دیا دن کو
 یہی اے واقعہ بچھٹا جائے آنا ہے رورہ کر

سکھائی زلف نے ہیں اون کو زلف کے لئے
وہ یہ زندہ رہا ہے اس کا سر روکے سکھیہ
ہیں تان و بہت نے سکھائی نامہ و زلف کے
نہی دو کا یہ نہ منہ ان مد کے سکھیہ

بیرا دوست نہ بنیں رہا کرتا ہے۔ یہی کہہ رہی ہیں
یہاں سے ہر طرف سے دیرینہ دوستوں کی دلدار جھونک

تہہ بہ تہہ میں اول تو جانا ہے منہ : اور نئے کو حلقہ کا ہر دہا ہے منہ
 حلقہ در گہرا بھی تو بے کن ہے : اب بتائیں کیا کہ نام رہنا بتانا ہے منہ
 نام بتا دیا جو میں نے سن کے وہ چپے رہے : بھر کپڑیں سطح سے لے لیا
 غل بجا کر لے رہا بھی تو چھٹھ کر سہا : جاؤ لیوں آئے ہنس گھر میں بلانا ہے منہ
 اور بد یا بھی تو سہرا جائیں وہاں تم سمجھ : وہ جہاں ہے تم کو وہاں ملنا رہنا ہے منہ
 بار بار کہ کچھ اگر جہم ہے تم ہی وہاں : آنکہ اوٹھا کر لیو کہ دیکھیں آنکہ اوٹھا ہے
 آنکہ اوٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ برہمیں آئے : سہا ہے یہ پرہیزگاروں کو رہنا ہے منہ
 سہا ہے بھی وہ کسی صورت سے نہ آئے تھے : بلوایا نہ تھا تو کیا وہ مسکرا رہا ہے منہ
 مسکرا رہا بھی تو کچھ جیسے ہی چپے چپے : وہیں کیا کہ مدت اور سب بلانا ہے منہ
 لب نہ آئے توئی کچھ بات نہ : ہر ہاں ہر صلب بہ شہر عاشقانہ ہے منہ
 عاشقانہ شہر ہی کوئی بڑھا تو بھگے : کہ بھرنا ہے منہ : آئے سہا ہے منہ
 وہ بھر کر کچھ اگر آئے سہا ہے بھی تو بھگے : وہ خود کی بات ہے اس پر جتنا ہے منہ
 بات گردن کی جتنی بھی تو بھگے : یہ
 سہا ہے ایسی جگہ جہاں بھی آتا ہے منہ

اندرمبارورت فیچو

92

[illegible]

از بہار و شاہ طوطا

مردہ یعنی ہوں نہ زندہ یعنی نہ میجو اور یعنی ہوں : اوی تو بوند خدا کا میں گنگھا رو یعنی ہوں
بیدی ملت ہے محبت میرا مذہب عشق سہلے : باخوار ہوئی کا فرد یعنی خود و دنیا رو یعنی ہوں
صنیم و صاعظ یہ بانندہ نہیں مثلِ قنیم : ماسیہ رو یعنی ہوں یا پس سیکہ کا رو یعنی ہوں
نہ جہد ہوں اگر کسی سے اور نہ میں پاؤں پروں نہ کر چڑ گئے : بگو یعنی ہوں فیہاں غار و بیابان
صورتِ تصویر کشیکدہ میں دھڑکے : بکچھ نہ مد شو شو یعنی ہوں میں اور نہ شہید یعنی
نہ مونس ہے کوئی اور نہ کوئی غمگسار : غم مر غمخور رہے میں غم کے غمخور یعنی ہوں
جو مجھے لیتا ہے مجھ کو بھردیتا ہے مجھے : میں بکبک حبسِ ناکارہ ضریر رو یعنی ہوں
خانہ صیاد میں ہوں طاقتِ تصویر دار : بہر نہ زندہ یعنی ہوں اور نہ گرفتار رو یعنی ہوں
اوی غور میں کیا تباؤں بکچھ سے جو کچھ ہوں سو ہوں
کیں اپنے منہ دیں گے کفشِ جہد اور یعنی ہوں

وہ کون ہے کہ جس کو ترے حید و دل میں : لا ائمنہ تجھی کو ترے روبرو دریں

۹۳

ابن الہدیٰ علی حسینی

مکتبہ اثنی عشریہ کے پرنسپل کی روانی ہے: بحجرت کا نسخہ ہے کہ پچاس سال پہلے
 یہ لکھ دیا ہے اس شیخ کیسے بگمائی ہے۔ مراحق میں ترے سر کی قسم ہے کہ بانی ہے
 اسکی ہے دم سے لاکھوں کو میرے ہونے کا سبب ہے کہ میری تیغ پر ہونے کا بانی ہے
 جو وہ باجاء الفہم میں: اکلہ اور: لکھنا:

*I have been thinking of you
 and wondering how you are getting on
 I hope you are well and happy
 and that you are enjoying your life
 I have been thinking of you
 and wondering how you are getting on
 I hope you are well and happy
 and that you are enjoying your life*

تو میں سے تارہاں کتب خانہ کو آئی تھی، پچیس برس پہلے یہاں سے لے کر آئی تھی
 دوسری کتاب کے ملے غرض سے اس کے آگے دو جلدیں مار کر تو اس کو جمع کیا
 شمع ہی پر جو تیرا لکھا جاتا ہے تو نہ ہر زبان پر نہ کوہ سوجہ نہ لگتی رہی
 ہے جو نغانہ میں کو تیرا کلمہ بانٹیاں نہ بانٹیں ہیں کی آج آواز دین آئی ہے
 یاد تو ہم بتاتے ہیں ہزاروں ہی طہر، جہاں کوئی ایسی ہے کہ بتاتی ہو

دیکھ

جب کی جفا کی سب آتشیں نئی کی دیکھ یہی کی آویں نے ہم سے نہیں نئی کی
 جلا دی رہا جس میں ہر عہدیت، ہمارا اس نے تیرا جھٹکے تیرا کیس نئی کی
 کی کس سے باقیابی مستی میں یوں جو تو نے دیکھا ہے شکر کہ آگاہ میں نئی کی
 وہ ہر ویش جو آیا کو میری ہلنے نہ لے آج گردش جہاں ہر نئی کی
 آگے سن کیا کہ تجھ میں ہیں تو بیاں ہزاروں نہ تو لے تیری جہاں کی کہ میں نئی کی
 باندھے نئے مفا میں چھوڑ کر طہر، سب اس میں

تجویر جس غزل نے ہم نے زین فحش کی
 کر کے پھر بھی تفسیر رہا نے میں نہ بیٹا ہو چھپے کچھ کیا دیر ہے جانے میں

معاذنا: كف

[illegible][illegible]

ہم کو بدلتے ہوئے قس میں تلخ روٹی ملی تو اسے تلخ روٹی ہی تو اسے تلخ

داع

۹۵

لجارت و خوشی و می فغانی طرح : زنگهاں کی پستی پس سب از دل زبانی طرح
تجربہ اور قید سب اور قید ہم آہر و کونہ انکھار و رگ و قفسی و بھی انیانی طرح
کبھی تو طرح بھی ہو جائے زبرد و مستی میں : الی الخ بھی جو زبرد و غانی طرح
جہاں داع محبت نے دیکھنا کھلے بہار آئی ہے باغی و جوانی طرح
تیا نے نور سے جذب دل نے لپیچ لیا ہے چلے وہ قید کی مہر کی کھینچ لیا نئی طرح
تلاش یار میں قہوڑی نہ نمر میں کوئی دھار یا پوئیں کہ کہ جہاں انکی طرح
یہ دل نے آج کا گھر ہے شوق میں سکن و شکب و رات و صبح و قہر و جانی طرح
تھیامت میں تب و دل دیر سے آہ و بکا کہ رقیب نہ ہوئے آواز دی اواز کی طرح
مجھے یہ دکم ہے نہ ہمارے تم نہ نہا عشق نہ نصیحتیں بھی وہ کرتے ہیں افتخاری طرح
ہم اپنے ضعوف کے صدمہ تو بٹھا دیا ایسا : ہلے نہ ور سے ترسنا گستاخی طرح
کچھ دن سے کہنے کو بھیجے قلع داع خلوت میں
رقیب آہی لیا گرنے لگاں کی طرح

غزل

منہم تیری بلا پہنچے ام سے بیرہن کاے : بگمدم زلف کے ماروں کو زیبا پس کنی سماے
 تندی زلف کے سوداؤں کو بلور مرص بھی پڑے : جائیگے تجھے ترپو سی اور لغن کاے
 مرا کھلے وحشی : جو دباں ساقی پہنچے نہ بر لیشاں حال پھر تیرے : یا باکھن بیرن کاے
 ہنسی کے سپر گور میں اس تیرہ جہنم کو : جو لوئی بخیر کو سہ لونی زلف سر شمس کاے
 الٹی وہ بھی دن ہو گا جو وہ کو بکھ کو فرماے

جس کاے : دین کاے : زباں کاے : ذوق کاے

غزل غالب

دل پہ تو بے نہ سنگ و فیت دھو سے بھر نہ ڈھکیوں : روئگیں ہم زہر باروئی میں ستائے کیوں
 دیا ہر دم نہیں در میں آستان نہیں : بیٹے میں رگدیں ہم کوئی میں روٹھائے کیوں
 جب وہ جل دلفوز صورت ہمیں روز بہ آج ہی ہو نظارہ سود پر دلیں نہ چھائے کیوں
 قید حیات و بیدار میں دو نو ایک ہی : جوت میں پیچے آدمی غم سے بجات پائے کیوں

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئے زار زار کیوں لکھے ہائے ہائے کیوں

قلقل و مینا کی کیا افسانہ بنایا ہے : یہ دل بکھل گونش بھر بیانیہ مینا کیا ہے
 یہ جی جہنم سے گئے گونش میں دیکھ تو مر نام نہ جج اور مریا یہ ای جانانہ مینا کیا ہے
 محبت تو کر لیا کیا ہو ترانہ خوب : بہت نفوذ صورت و مریہ مینا کیا ہے
 مست ہو دیتے ہیں دلی ہر وہ بھی بیا بجا کیا طریقہ وار بیگمانہ مینا کیا ہے
 مے پیسے کے روز اور کما میند ہم اقل مرگ نہ جہنم قسمت میں آج وہ مینا کیا ہے
 خوب شہرت سے گذرتی ہے ہماری دھڑل
 ہنسنے رکھنا، م عنبرت خانہ مینا کیا ہے

مگر

ہیں بندہ دن رات عینوں سے ترے محبت کی وقت : یہ ہاں فرصت ہے حرم میں نصرت
 اور بے گنتی طوطا ستیا دے بھرے جام : یہ مے کے بنے کامزاج ایسی کیفیت کی وقت
 نام ہے نہ نام کا وارنہ اک لے بھی سوا : یہ منت ہو جاتا ہے انسان نے دولت کے وقت
 طیفہ سے بھرے گئے گئے اپنی جان سے : یہ اپنی رخت ہے جی کی سیر کی رخت کی وقت
 تیرا وہ حرم و دیا بار کس نام کا ہے جب : یہ تیرا کامی سوز و غم فرقت کی وقت

ہیتابی شہزادی

نجل ہید فیض عام ستیا
 رہے مدام ستیا
 قبول کر قبول کر
 مرا سدم ستیا
 میں آج بکھلی رات سے
 ہوں تشنہ کام ستیا
 بس ایک جام ستیا

سب سے کچھ نکال لے
 ہنس تو اور ٹو حال لے
 ملبہ اوس میں ڈال لے
 اودھو کے کچھ کیا لے
 شراب لے شراب لے

خارچے بڑھا ہوا
 بخارچے بڑھا ہوا
 سہ آتش بد بچے
 بے منہ کیا بنا بچے
 دکھا بچے جکھا بچے
 وہ کیا بچے منہ منہ
 شراب چلا کہ آگ چلا
 کچھ اور چیز تو نہیں
 بہت حسین ہے یہ ہے
 واہ جی کیا جواب ہے
 کہ مے ہنس گدہ ہے
 میں سن رہا ہوں آج کیا
 وہ کہ ہے یا جواب ہے

نجل
 لنتہ ہے آج کم مرا
 اولٹ رہا ہے دم مرا
 شراب دیکھ نام کر
 کتاب میں رقم مرا
 بٹھارے ہاتھ مقام کر
 بھیس جلد قدم مرا
 نفل جلد بھوسہ مرا

نجل
 آگ چلے وقار ہوں
 مگر نرا جہدار ہوں
 ستم ظرافیاں نہ کر
 مرے اودھار کے زور

۵۰

دیکھو یہ وہ آدمی ہے جسے
 اوستی و جاہ میری ہاں
 لغو نہ وقت راہیگان
 بقایا کا مصابیحی
 میں دیکھ لوں ہمہ ازل
 خیر
 ذرا نہیں ہی بہ سکوں
 لعل خیال کا سمول
 ذرا میرے ہیں ترکوں
 لعل اذانِ حساب نہ
 شراب نہ شراب نہ

خیر

دھندلی کر گیا خبر
 تراب کا جھانک گیا
 بجلی کی سی ہے غزل
 گئے لسی سے کام گیا
 غافل و آتش ہو گیا

خیر

مضنوں پر تو رہ گیا
 میں تیری گم تھا گیا
 کچھ نہیں بات لیو گیا
 شراب کھنکھن رہ گیا
 عارضی بجز طرے
 ہمیں بکرائی تو طرے
 کوئی نہ ہے غمزدہ
 بہا اب کھانا چھو گیا

خیر

پتہ کچھ بنا کر کچھ
 کہیں ہیں نہ پوچھیں
 محمد سی مرادھو
 جہاں سے ہیں علم
 فکد سے نہ نہیں علم
 شراب لہ نہ شراب نہ
 لہسی سے نہ نہیں لہ
 شراب نہ شراب نہ

ایہ خسرو

کافر عشقِ مسلمانی مراد کدہ سنیت نہ ہرگز من تار گشتہ حاجتِ زندار سنیت
ما اسیرانِ آتما شایِ جن درکار سنیت بدو گمانی سینہ ماکتہ ز گلدوز سنیت
ہم اشتغالِ اہلِ زلفِ باقیاتِ کار سنیت بکارِ عاشقِ جگر تما شایِ جن درکار سنیت
از سیرِ یمن من بہر خیزِ ای ناواں پایبند دردِ مند عشقِ را دارو بجز دیدار سنیت
شدویشِ ای دل نہ فرما بہر بازگشتِ نہ مزوہ قتل است گرجہ وعدہ دیدار سنیت
ناخدا کی گشتی ما گر نباشد کو مصلح نہ ماخدا اور ہم ما را ناخدا در کار سنیت
خلقِ سلیویدہ خسرو بتِ برستی بیدند
آرے آ رہ سیکم با خلقِ و عالم کار سنیت

بہادر شاہ ظفر

جو فخر موجِ گل نے غلبہ یب زار بر کھینچا نہ تو قمری و بھی ۶ سرو قہن نے دار بر کھینچا
کہو اہوں محویت یوں لگا دیو اسے تیرے نہ کسی زلفش ہو جیسے کوئی دیوار بر کھینچا
وہاں جگہ کو قرار ہے ہو گیا غنکر نہ تری اللہ سے عینہ مالہ کی العار بر کھینچا
بلند دیکھا جہاں کو دیکھ بٹا یہ دل سوزاں نہ جونا لہ اسنے اور اک آہِ اشتہار بر کھینچا
دل زنی سے اپنے ناوکِ دل دوز کو روکا کہ نہ اگر جہ کھینچا تھا ای خود شہر بر کھینچا

